19 97
12
WED 1
JAN

اے انسان!

وقت کی قیمت پہچان

مولانا محمد رضوان القاسمی

دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد (الہند)

اے انسان!

وقت کی قیمت پہچان

وقت کی اہمیت، عظمت اور حیثیت پر اثر انگیز اور دل نشین انداز میں ترتیب دی ہوئی تحریر، جس میں عبرت بھی ہے، نصیحت بھی ہے، احتساب بھی ہے ـــــــ وقت کے صحیح استعمال کے لئے رہنما خطوط اور جامع دستور العمل بھی۔ اور یہ پیغام بھی کہ ؎

گزر گیا ہے جو عہد عشرت ، نہ رکھ تو ناداں پھر اس کی حسرت
قیام اسی کا سمجھ غنیمت ، جو وقت پیش نگاہ اب ہے

از

مولانا محمد رضوان القاسمی

دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد (الهند)

نام کتاب : ..... اے انسان: وقت کی قیمت پہچان

نام مؤلف : ..... مولانا محمد رضوان القاسمی

زیر اہتمام : ..... مولانا عبدالمنان صدیقی سبیلی

طبع اول : ..... شعبان ۱۴۱۷ھ م جنوری ۱۹۹۷ء

تعداد : ..... دو ہزار

ناشر

دارالعلوم سبیل السلام ۔ حیدر آباد

DARUL ULOOM SABEELUS SALAAM,

SABEEL NAGAR, P.O. BALAPUR, (BEHIND SALALAH, BARKAS)
Hyderabad - 500005 A.P. INDIA

PHONE: 239450 - FAX: 0091-40-203668

ملنے کے پتے

دارالعلوم سبیل السلام، حیدر آباد۔ Phone :239450

ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، حیدر آباد۔ Phone :523011

قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، ویٹیج بلڈنگ حضرت نظام الدین (ویسٹ)، نئی دہلی
Phone :4617240

مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔ Phone :251280

یایها الذین امنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔
واتقوا اللّٰہ۔ان اللّٰہ خبیر بما تعملون۔ (الحشر: ۱۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے کیا بھیجا ہے۔ اللہ سے ڈرو بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

☆☆☆

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من حسن اسلام المرء ترکہ ما لایعنیہ۔
(ترمذی، ابن ماجہ، البیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی کے اسلام کی خوبی اور اس کے کمال میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ فضول اور غیر مفید کاموں اور باتوں کا تارک ہو۔

☆☆☆

"اپنے اندر دریا کی سی فیاضی، سورج جیسی گرم جوشی اور زمین جیسی مہمان نوازی پیدا کرو"

(حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

☆☆☆

لمحے کو زندگی کے لئے کم نہ جانئے
لمحہ گذر گیا تو سمجھئے صدی گئی

☆☆☆

تاریخ نے دنیا میں یہ دور بھی دیکھا ہے
لمحوں نے خطا کی ہے ۔ صدیوں نے سزا پائی

☆☆☆

ایک پل کو رکنے سے دور ہوگئی منزل
صرف ہم نہیں چلتے ۔ راستے بھی چلتے ہیں

☆☆☆

نہ پہنچا کوئی اپنے پاس ۔ پہنچا جب کہ وقت اپنا
اجل کو آفریں ہے ۔ وقت پر پہنچی تو یہ پہنچی

☆☆☆

فہرست عناوین

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفے چند

ادارہ ادب اسلامی ہند، حلقہ آندھرا پردیش و اڑیسہ نے ۲۸ / ۲۹، / دسمبر ۱۹۹۶ء ہفتہ، اتوار کو حیدرآباد میں دو روزہ ادبی کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا تھا۔ منتظمین کانفرنس نے مجھ سے بھی خواہش کی تھی کہ اس کی نثری نشست میں کوئی مضمون سناؤں۔ مین نے جانے اور آنے والے سال کی مناسبت سے ایک مضمون تیار کرلیا۔ یہ مضمون ۲۸ / دسمبر ۱۹۹۶ء شنبہ کو کانفرنس کی نشست اول میں سنایا گیا۔ بعد میں یہی مضمون روزنامہ "سیاست" حیدرآباد کے سال نو سپلمنٹ میں یکم جنوری ۱۹۹۷ء چہارشنبہ کو شائع ہوا۔ کانفرنس کے محترم سامعین اور "سیاست" کے معزز قارئین نے خواہش کی کہ اسے الگ سے رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے۔ میرے کریم و شفیق والد محترم جناب مولوی محمد حبیب الحسن حسینی صاحب مدظلہ جو اچھا کتابی اور ادبی ذوق رکھتے ہیں اور ہر کام میں انضباط وقت اور صفائی معاملات، ان کی زندگی کا نمایاں اور امتیازی پہلو ہے، مجھ سے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ اس مضمون میں کچھ اضافہ کر کے کتابی شکل میں شائع کرنا مفید اور بہتر رہے گا، تیسری طرف، برادر عزیز مولانا محمد عبدالمنان صدیقی سبیلی، جن کو مجھ سے اور میری تحریروں سے انس اور لگاؤ ہے، وہ بھی اس مخلصانہ تقاضے میں پیش پیش رہے۔ اسی طرح، برادر عزیز محمد سلمان صدیقی سلمہ نے بھی اس رسالہ کی اشاعت سے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔

زیر نظر رسالہ کی اشاعت ان دوستوں، بزرگوں اور عزیزوں کی اسی خواہش کے احترام میں ہے۔ اس رسالہ میں جو باتیں جس انداز میں درج کی گئی ہیں، اگر قارئین نے ان

سے فائدہ اٹھایا، اور اپنی زندگی اور وقت کے استعمال میں شعور اور بصیرت سے کام لیا، تو سمجھا جائے گا کہ اس کی اشاعت کا مقصد حاصل ہوگیا۔ ایک صاحب خیر اس رسالہ کے نفع کو عام کرنا چاہتے تھے، اس لئے انھوں نے اس کی اشاعت میں مالی تعاون فرمایا، اور یہ خواہش کی کہ اس کی قیمت رعایتی رکھی جائے۔ اللہ تعالی ان کے جذبہ کو اور راقم الحروف کی اس مختصر تالیف کو قبول فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان القاسمی

خطیب، مسجد عامرہ، عابد روڈ
و ناظم دار العلوم سبیل السلام، حیدر آباد

۲۲/ شعبان ۱۴۱۷ھ
۲/ جنوری ۱۹۹۷ء

اپنے وقت کی حفاظت اور دوسروں کے وقت کی رعایت

انسان کی دانشمندی کی علامت ہے

(مؤلف)

اے انسان!

وقت کی قیمت پہچان

یہ سطریں جس وقت لکھی جارہی ہیں پرانا سال (۱۹۹۶ء) جانے کو اور نیا سال (۱۹۹۷ء) آنے کو تیار ہے۔ پہلا تاریخ کے دامن سے وابستہ ہوجائے گا اور دوسرا توقعات اور امیدوں کے شجر سے اپنا ارتباط قائم کرلے گا۔ ادیب، شاعر اور اہل قلم اپنے اپنے انداز میں جانے والے سال کو رخصت کرنے اور آنے والے سال کا استقبال کرنے کے لئے اپنے ہاتھ میں قلم تھام چکے ہیں۔ ان کے قلم کے نتائج جب سامنے آئیں گے تو کہیں غم کے آنسو ٹپک رہے ہوں گے، تو کہیں خوشی کے پھول کھل رہے ہوں گے۔ کوئی واقعہ اچھا ہوگا اور اس کی خوشبو مشام جان کو معطر کررہی ہوگی۔ اور کوئی سانحہ ایسا ہوگا کہ بے ساختہ زبان پر آئے گا:

یاد ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

ان قلمی نتائج میں نئے سال کی نئے انداز میں مبارکباد بھی دی جائے گی اور کوشش کی جائے گی کہ مستقبل کے لئے حسین خوابوں کی دنیا بسائی جائے۔ اور خوش کن خاکوں اور منصوبوں میں بہترین رنگ بھرا جائے۔ یعنی اس سلسلہ میں جو آرزوئیں اور تمنائیں سینہ میں مچل رہی ہوں گی۔ ان میں شاعر کے دھڑکتے ہوئے دل کا یہ احساس ضرور شامل ہوگا:

باندھتی ہے ابد کے منصوبے
کیا کلیجہ ہے عمر فانی کا

جب بھی نیا سال آتا ہے ، بازار میں نوع بنوع اور رنگ برنگ کے بکثرت فروخت ہونے والے کیلنڈر، اس کی ہماہمی اور دھوم دھام میں کافی اضافہ کر دیتے ہیں ۔ اب گھروں میں آویزاں پرانا کیلنڈر نکالا جائے گا اور اس کی جگہ نیا کیلنڈر لگایا جائے گا، حساس دل شاعر کو نیا منظر ہمیشہ متاثر کرتا ہے۔ یہی تاثر ایک شاعر کی زبان سے یہ کہلواتا ہے :

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ، اک اور گھٹادی

جب ہاتھ نیا کیلنڈر لئے پرانے کیلنڈر کو نکالنے کی طرف بڑھ رہا تھا ، ایک دوسرا شاعر آیا ، آتے ہی اس نے کہا ذرا ٹھہرو ، میری بات بھی سنتے جاؤ اور ہوسکے تو میرے اس ذہنی تاثر کو نئے سال کا نیا تحفہ سمجھو :

آہٹ بھی نہ محسوس ہوئی ختم سفر تک
یہ عمر رواں کتنا دبے پاؤں چلے ہے

زمانہ کی تیز رفتاری

شاعر نے جب یہ شعر پڑھا تو اس وقت ایک عالم دین بھی موجود تھے ۔ انھوں نے موقع اور حالات کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی کہ :

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ زمانہ قریب نہ ہو جائے گا (یعنی زمانہ کی گردش تیز نہ ہو جائے گی اور دن و رات جلد جلد نہ گذرنے لگیں گے اور زمانہ کی تیز رفتاری اس کیفیت و حالت کے ساتھ ہوگی کہ) سال مہینہ کے برابر ، مہینہ ہفتہ کے برابر ، ہفتہ دن کے برابر ، دن ایک ساعت یعنی ایک گھنٹہ کے برابر ہو جائے گا ، اور ایک گھنٹہ اتنا مختصر ہو جائے گا جیسے آگ کا شعلہ گھاس کے تنکے پر سلگ جاتا ہے یعنی جھٹ سے جل کر بجھ جاتا ہے "

شارحین حدیث نے یہ مطلب لکھا ہے کہ آخر زمانہ میں دنوں اور ساعتوں میں

برکت کم ہوجائے گی، وقت اس قدر جلد اور تیزی کے ساتھ گذرتا معلوم ہوگا کہ اس کا فائدہ مند اور کارآمد ہونا معدوم ہوجائے گا یہ مراد ہے کہ اس زمانہ میں لوگ تفکرات اور پریشانیوں میں گھرے رہنے اور اپنے دل و دماغ پر بڑے بڑے فتنوں، نازل ہونے والے مصائب و آفات اور طرح طرح کی مشغولیتوں کا شدید تر دباؤ رکھنے کی وجہ سے وقت کے گذرنے کا ادراک و احساس تک نہیں کر پائیں گے، اور انہیں یہ جاننا مشکل ہوجائے گا کہ کب دن گذر گیا اور کب رات ختم ہوگئی۔"

گورستان شاہی

عالم دین، جب اپنی گفتگو حدیث کی روشنی میں ختم کرچکے تو علامہ اقبال آئے، اور اپنی مشہور نظم "گورستان شاہی" کے چند بند سنا گئے ان کے انداز اور آواز میں درد تھا، عروج و زوال، اتار و چڑھاؤ اور دن اور رات کے آنے جانے کی کہانی کو اپنی زبان شعری سے کچھ اس طرح بیان کر گئے کہ دل بھر آیا اور آنکھیں نم ہو گئیں، سنئے وہ کہتے ہیں:

آہ! جولا نگاہ عالمگیر، یعنی وہ حصار دوش پر اپنے اٹھائے سینکڑوں صدیوں کا بار
زندگی سے تھا کبھی معمور، اب سنسان ہے یہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

اپنے سکان کہن کی خاک کا دل دادہ ہے
کوہ کے سر پر مثال پاسباں استادہ ہے

سوتے ہیں خاموش، ہنگاموں سے دور مضطرب رکھتی تھی جن کو آرزوئے ناصبور
قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک جن کے دروازوں پہ رہتا تھا جبیں گستر فلک
کیا یہی ہے ان شہنشاہوں کی عظمت کا مال جن کی تدبیر جہانبانی سے ڈرتا تھا زوال
رعب فغفوری ہو دنیا میں، کہ شان قیصری ٹل نہیں سکتی غنیم موت کی یورش کبھی

بادشاہوں کی بھی کشت عمر کا حاصل ہے گور
جادہ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

روح مشت خاک میں زحمت کش بیداد ہے ‏ کوچہ گرد نے ہوا جس دم نفس ، فریاد ہے
زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا ‏ شاخ پر بیٹھا کوئی دم ، چہچہایا ، اڑ گیا
آہ ! کیا آئے ریاض دہر میں ہم ، کیا گئے ‏ زندگی کی شاخ سے پھوٹے ، کھلے ، مرجھا گئے

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستمگر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

سلسلہ ہستی کا ہے اک بحرنا پیدا کنار ‏ اور اس دریائے بے پایاں کی موجیں ہیں مزار
اے ہوس ! خوں رکہ ہے یہ زندگی بے اعتبار ‏ یہ شرارے کا تبسم ، یہ خس آتش سوار
چاند ، جو صورت گر ہستی کا اک اعجاز ہے ‏ پہنے سیمابی قبا محو خرام ناز ہے
چرخ بے انجم کی دہشتناک وسعت میں مگر ‏ بیکسی اس کی کوئی دیکھے ذرا وقت سحر

اک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے ، جو مہتاب تھا
آخری آنسو ٹپک جانے میں ہو جس کی فنا

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار ‏ رنگہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار
اس زیاں خانے میں کوئی ملت گردوں وقار ‏ رہ نہیں سکتی ابد تک بار دوش روزگار
اسقدر قوموں کی بربادی سے ہے خوگر جہاں ‏ دیکھتا بے اعتنائی سے ہے یہ منظر جہاں
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شئے کو قرار ‏ ذوق جدت سے ہے ترکیب مزاج روزگار

ہے نگین دہر کی زینت ہمیشہ نام نو
مادر گیتی رہی آبستن اقوام نو

قیام اسی کا سمجھ غنیمت جو وقت پیش نگاہ اب ہے

دل دردمند اور فکر ارجمند کے حامل شاعر اقبال کے بعد دانا اور حکیم شاعر اکبر الہ آبادی آئے :
آتے ہی انھوں نے ایسی بات کہی ، جس سے پرانے کیلنڈر کو نکالنے اور نئے کیلنڈر کو
لگانے کے لئے ہاتھ اور قدم دونوں آگے بڑھے ۔ ان کی بات بڑی حوصلہ افزا تھی ۔ اس

ماضی کا معقول تجزیہ بھی تھا اور مستقبل کے لئے دانشمندانہ پیغام بھی ۔وہ گویا ہوئے :

گذر گیا ہے جو عہد عشرت ۔نہ رکھ تو ناداں پھر اس کی حسرت

قیام اسی کا سمجھ غنیمت جو وقت پیش نگاہ اب ہے

یہ وقت کہاں جاتا ہے ؟

اکبرؔ نے اپنے شعر ہی پر اکتفا نہیں کیا ۔وہ ایک سجی سجائی ۔۔جمی جمائی محفل میں اپنے ہاشم نامی بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ میاں ! یہ تو بتاؤ یہ وقت جو چلا جاتا ہے آخر کہاں چلا جاتا ہے ۔روز کہا کرتے ہو کہ وقت گزر گیا ۔چلا گیا ۔وہ زمانہ رخصت ہو گیا ۔نیا سال آیا اور پرانے سال نے اپنی بساط لپیٹ لی ۔آخر ہے یہ کیا ؟لڑکا سوچ رہا ہے ۔ اپنے باپ کو جواب دوں تو کیا دوں ۔چہرہ پر غور و فکر کے نقوش ابھر آئے ہیں ۔مگر زبان ہے کہ ابھی ساکت وصامت ہے ۔باپ بیٹے کی ہچکچاہٹ اور گوں مگوں والی کیفیت کو بھانپتے ہوئے خود ہی اپنے سوال کا جواب دیتا ہے ۔بیٹا ! یہ وقت اللہ کے پاس چلا جاتا ہے ۔اور وہیں جمع ہو جاتا ہے ۔آج جمعہ گیا ۔کل سنیچر جائے گا اور پرسوں اتوار ۔یہ سب اسی طرح اللہ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں ۔قیامت کے دن اللہ میاں وقت کو حکم دیں گے پھر سے آجا ۔ بس یہ سارا وقت جو جمع ہوتا رہا ہے باہر نکل آئے گا اور جو کچھ وقت کے اندر کیا گیا ہے وہ سب آپ ہی آپ اس کے ساتھ باہر نکل آئے گا ۔"

اکبر کی اس مجلس میں ان کے ایک مدح خواں اور قدرداں مولانا عبد الماجد دریا بادی بھی ہیں ۔اکبر جب مختصر لفظوں میں اپنے سوال کا خود ہی جواب دے کر خاموش ہو گئے ۔تو مولانا دریا بادی اپنے دیرینہ ۔مخلصانہ اور خرد نوازانہ تعلقات کی بنا پر ان کے سوال و جواب کی مزید تشریح کے لئے اکبر سے اجازت چاہتے ہیں ۔خوشی سے یہ اجازت دیدی گئی ۔اب مولانا دریا بادی حاضرین مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"خوب غور کر کے دیکھئے آپ جو کچھ بھی کرتے ہیں سب وقت ہی کے اندر تو

کرتے ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں، چلتے ہیں، سوتے ہیں، پڑھتے ہیں، لکھتے ہیں سب کچھ وقت ہی کے اندر تو کرتے ہیں، اگر وقت کے اندر واقعات کا گذرنا نہ ہو تو خود وقت کے گذرنے کے کوئی معنی ہی نہ رہ جائیں۔ پس وقت کا اعادہ جب کبھی بھی ہو گا تو مع اجزائے وقت کے ہو گا۔

اب ذرا حشر کے دن کا تصور کیجئے۔ آج کا دن وہاں پیش ہوا ہے اور آج کے دن کے پیشی کے ساتھ ہی ہماری ساری تباہ کاریاں جو ہم نے آج کے دن کی تھیں۔ وہ وہاں بھرے مجمع میں دوست دشمن سب کے سامنے پیش کردی جائیں گی۔ فلاں کی غیبت کی، فلاں کی زباں درازی کی، فلاں پر ہاتھ چلا بیٹھے۔ فلاں سے فلاں معاملہ میں جھوٹ بولے۔ فلاں مزدور کی مزدوری مار لی، فلاں وقت کی نماز ٹال گئے۔ یہ ساری زندگی جسے ہم اپنے ذہن سے مدت ہوئی نکال چکے تھے، از سر نو بالکل تازہ ہو کر ہمارے سامنے آگئی ہے۔ کسی کا بیان اور کسی کی روایت نہیں ہے۔ خود ہم اپنے تئیں ٹھیک وہی کرتے ہوئے پا رہے ہیں۔ جہنم کی سختیوں کو چھوڑ کر شدائد یوم حشر کا ذکر نہیں۔ فرشتوں کا عذاب الگ رہا۔ آج اپنی خودداری اور عزت نفس کا وظیفہ دن رات ورد زبان رہتا ہے۔ کل کی اس عالمگیر رسوائی سے کوئی پناہ دے سکے گا؟"

وقت کا حساب

اکبر الہ آبادی کی باتوں کی وضاحت سے

جب مولانا دریابادی فارغ ہوئے تو اپنے ہفت روزہ صدق جدید (۲۱ / اپریل ۱۹۶۴ء) کے حوالے سے ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلائی۔ وہ یہ تھی۔

"ڈیلی میل (لندن) مؤرخہ ۳ / مارچ میں ایک گننے والے نے گن کر اور جوڑ کر بتایا ہے کہ برطانیہ میں اس وقت کھانے پینے کے سامان کی دکانیں چھ لاکھ ہیں۔ ان کے سامنے ہر گھر گرہستی والی خاتون کو اس وقت ایک گھنٹہ روزانہ انتظار میں کھڑا رہنا ہوتا

ہے۔ گرہستی والیوں کی تعداد اس وقت ایک کروڑ ہے تو اس حساب سے قوم کے دس کروڑ گھنٹے روزانہ انتظار میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ ان دس کروڑ گھنٹوں کے سال بنائیے۰ (۱۱۴۰) سال ہوتے ہیں گویا قوم کے ہاتھ (۱۱۴۰) سال کی روزانہ اضاعت! زندہ قوم کی ایک ایک چیز زندہ ہوتی ہے۔ اپنے منٹوں اور گھنٹوں کا یہ حساب رکھنا برطانوی قوم کی موت و پستی کی نہیں، زندگی و حرکت کی دلیل ہے۔

یہ ایک بالکل الگ سوال ہے کہ جس چیز کو وہ کام کی سمجھ رہے ہیں خود اس کا کیا وزن اور کیا وقعت، آخرت کی میزان میں ہے؟ ہم آپ تو کبھی نہیں سوچنے بیٹھتے ہیں کہ ہمارے وقت کا روزانہ کتنا حصہ، کتنے گھنٹے اور منٹ اور سکنڈ محض بیکاری کی نذر ہوتے رہتے ہیں؟ دین و آخرت نہ سہی دنیا کے ہی کس کارآمد مشغلہ میں ان کا شمار ہوسکتا ہے؟ یہ شطرنج اور یہ تاش، یہ فلش اور برج، یہ کیرم اور پچیسی آخر کس حساب میں لکھے جائیں گے؟ یہ گھوڑ دوڑ کے دیکھنے اور طرح طرح کی بازیوں میں عمر عزیز کی جتنی گھڑیاں بے دردی سے صرف ہو رہی ہیں، یہ زندگی کے کن مرحلوں کو طے کریں گی؟ اور یہ محض ہنسی اور تمسخر کی محفلیں، یہ سرگرم غیبتیں اور دل آزاریاں، یہ تہمتیں اور مبالغہ آرائیاں آخر کس کام آنے والی ہیں؟ اخلاق کو کہاں تک سنوارتی ہیں؟ ہر روز ہم میں سے ہر فرد کا کتنا وقت ضائع ہوتا ہے، اور پھر ہر ہفتہ، ہر مہینہ، ہر سال اس کی میزان کہاں تک پہنچتی ہے؟ اور پھر عمر کے خاتمہ پر کس قیامت کی حسرت اس وقت ہوگی جب یہ آج کے بے دردی سے ضائع کئے ہوئے وقت کے تودے اور پہاڑ برسوں اور سالہا سال کی شکل اختیار کئے ہوئے ملیں گے؟ بھگتنا بہر حال ہر شخص کو اپنا ذاتی حساب ہوگا، ورنہ قوم کی قوم، ملت کی ملت کے تضییع وقت کا حساب جوڑنے کوئی بیٹھے تو حساب لگے یا نہ لگے بہر حال سر تو چکرانے ہی لگے گا۔"

ایک جائزہ

مولانا عبدالماجد دریا بادی انبساطی کیفیت میں تھے۔ ابھی اپنے اس مضمون سے

فارغ ہوئے اور حاضرین سے اجازت طلب کر کے اپنا ایک اور البیلا احتسابی مضمون سنانے لگے :۔

"آپ اگر امیر ہیں تو اپنی اشرفیوں اور اگر غریب ہیں تو اپنے پیسوں کو کس قدر عزیز رکھتے ہیں ، ہر سکہ کو آپ صرف اسی وقت صرف کرنا چاہتے ہیں جب اس کے معاوضہ میں آپ کو کسی خاص لذت یا نفع کی امید ہوتی ہے لیکن خدا کی دی ہوئی اس بڑی نعمت اور فطرت کی بخشی ہوئی اس بڑی دولت کا بھی کبھی آپ نے حساب وکتاب رکھا ہے جس کا نام "وقت" ہے ؟ آپ کو یہ معلوم ہے کہ آج جو کچھ آپ کر رہے ہیں سب "وقت" کے اندر ہو رہا ہے ، پس اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو وقت ہی کے ہر جزئیہ ، ہر ساعت ، ہر منٹ ، ہر لمحہ ، ہر پل کا حساب دینا ہو گا ۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں ؟

"کل" یہ حساب کوئی دوسرا لے گا ۔ "آج" آپ خود اپنا احتساب کیوں نہ کریں؟ سال کے تین سو ساٹھ دن ، ہر دن کے چوبیس گھنٹے ۔ آخر آپ کن مشاغل میں صرف کرتے ہیں ؟ ان میں کتنا حصہ یاد الٰہی کے لئے نکالتے ہیں ؟ کتنا وقت نماز اور دیگر عبادات میں صرف کرتے ہیں ؟ کتنی دیر خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں ۔ کتنا وقت دردمندوں کی غم خواری اور بیکسوں کی دست گیری میں صرف کرتے ہیں ؟ اور پھر کتنا وقت اپنی ذات وصفات کی پرورش ، آرائش کی نذر کرتے ہیں ؟ کیا ایسا بارہا نہیں ہوا کہ آپ نے سارا سارا دن دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق میں اور ساری ساری رات جلسوں اور تماشوں میں بسر کر دی ہے ؟ کیا ایسا روز مرہ نہیں ہوتا کہ غیر ضروری لغویات کے پیچھے ضروری سے ضروری اور اہم سے اہم فرائض ترک ہوتے رہے ہیں ۔ عمر کی جو گھڑیاں غیبت ونکتہ چینی ، رشک وحسد ، کذب ومبالغہ ، فخر وغرور ، خوشامد وسخن سازی ، نفس پرستی وعیش پسندی میں گذر رہے ہیں ، کیا ان کی بابت باز پرس نہ ہوگی ؟ پھر یہ کیا ہے کہ آپ دنیا کے دوسرے معاملات میں تو بڑے عاقل اور فرزانہ اور منتظم ودور اندیش سمجھے جاتے ہیں لیکن وقت کی دولت لٹانے میں آپ کی مسرفانہ فیاضیوں کی داستان اوراق

لیل و نہار پر جلی حروف میں ثبت ہے۔"

کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں :۔

نئے اور پرانے سال کے ضمن میں یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ وہ لمحات آگئے، جن میں پرانے سال کو اپنی بساط لپیٹنی تھی اور ایک سالہ انسانی اعمال کا دفتر اپنے بغل میں دبائے اسے رخصت ہونا تھا۔ گھر میں نیا کیلنڈر بھی اب لگا دیا گیا۔ اس مرحلہ پر نئے اور پرانے سال کے درمیان رسمی ملاقات ہوئی۔ باہم گلے ملے۔ ایک خدمت سے سبکدوش ہوا، دوسرا بر سر خدمت آیا۔ سبکدوش ہونے والے سال نے بر سر خدمت آنے والے سال سے اپنے سابقہ تجربات کی روشنی میں کہا کہ جب آپ اپنے کام کا آغاز کریں۔ اس وقت میری جانب سے اقبال کا یہ پیغام نئے سال کے انسان کو پہنچا دینا :۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

ان دریچوں سے جھانکتا ہے زوال

دسمبر کی آخری تاریخ آگئی۔ گھڑی کی سوئی تیزی کے ساتھ بارہ بجے شب کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس کا کانٹا بارہ سے آگے کیا بڑھا کہ نوجوانوں کی ٹولیاں سڑکوں پر نکل کر شور و ہنگامہ میں مصروف ہو گئیں، گاڑیوں کے ہارن زور سے بجائے جانے لگے۔ فضا میں نغمہ بکھرنے لگا، رقص کا منظر سامنے آنے لگا۔ چپ و راست سے بے خبر مستی اور بے خودی کی کیفیت طاری ہے۔ اسی روز و شب میں الجھ کر اپنے دوسرے زمان و مکان سے غافل ہیں، اتنے میں ایک طرف سے آواز آنے لگی، آواز میں پختگی تھی۔ اس کی لوچ اور کشش نے مجھے بھی اپنی طرف متوجہ کیا، دیکھا تو ماہر القادری اپنے ماہرانہ انداز میں نئے سال کی نئی خوشی منانے والے مست و بے خود نوجوانوں سے بار بار کہہ رہے تھے :۔

رقص و نغمہ ، شراب و عیش و نشاط
ان دریچوں سے جھانکتا ہے زوال

ایک بامقصد جلسہ اور کار آمد باتیں

ہواؤں کے رخ پر چلنے والے جوانوں کے مقابلہ میں کچھ " کھفی نوجوان " (توحید پرست ، حق پسند ، ٹھوس اور بنیادی مقاصد اور تصور آخرت کے حامل نوجوان) بھی تھے ، انھوں نے وقت اور نئے سال کے پس منظر میں موقع کی مناسبت سے ایک جلسہ کا اہتمام ۳۱ / دسمبر کو سر شام حیدر آباد میں کیا تھا ۔ دعوت نامہ میرے نام بھی آیا تھا ، میں جلسہ کے آغاز سے اختتام تک رہا ۔ اس بامقصد اور کامیاب جلسہ میں جن بزرگوں کی باتوں کو میں نوٹ کر سکا ، ان میں حضرت عمرؓ فاروق بھی ہیں ، جنھوں نے فرمایا :۔

" میں اس بات کو بہت معیوب سمجھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی لایعنی زندگی بسر کرے ، نہ وہ دنیا کے لئے کوئی عمل کرے نہ آخرت کے لئے ۔ "

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بات بھی میرے دل کو لگی کہ :۔

" فرصت عمر نعمت مغتنم ہے ، ضائع کوئی لمحہ نہ ہونا چاہئے ، ساری عمر تحصیل کمال یا تکمیل ہی میں بسر ہونا چاہئے "

مولانا اعزاز علی امروہوی کی یہ دانشمندانہ بات بھی خوب تھی کہ :۔

" جو زمانہ گذر چکا وہ تو ختم ہو چکا ، اس کو یاد کرنا عبث ہے اور آئندہ زمانہ کی طرف امید کرنا بس امید ہی ہے ، تمہارے اختیار میں تو وہی تھوڑا وقت ہے ، جو اس وقت تم پر گزر رہا ہے ، بس اس کی قدر کر لو ۔ "

ان کے بعد مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی مائک پر آکر یہ فرمانے لگے کہ :

" بچپن گیا تو اب کہاں ؟ جوانی ختم ہوئی تو بہار گئی ، بڑھاپا آیا تو پیام موت لایا ،

غرض عمر عزیز بہت محدود شئی ہے اس کی قدر و قیمت حسن استعمال پر موقوف ہے ۔"

برف بیچنے والے کی مثال:

اس جلسہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی تقریر دلپذیر کا یہ حصہ کان کی راہ سے دل میں اترتی چلی گئی کہ :۔

"انسان کا اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دوکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے "عمر عزیز" کہتے ہیں، دم بدم کم ہوتا جارہا ہے۔ اگر اس روا روی میں کوئی ایسا کام نے کرلیا۔ جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے۔ بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کار آمد بن جائے۔ تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانے کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنی غور و فکر سے ثابت ہوجائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پروا ہوکر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کسی طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہوکر رہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو و لعب میں نہ گنوائے جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں، اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے گئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔ بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کار آمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں۔"

ایک عہد کیجیے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کو مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر میں بڑا اونچا مقام حاصل ہے۔ ان کی باری آئی تو فرمانے لگے :۔

"اپنے کاموں کیلئے اوقات مقرر کرو، اس کے درمیان چھوٹے بڑے کسی کی پرواہ نہ ہونی چاہیے، بعض لوگ اخلاق کا عذر کرتے ہیں کہ اگر کوئی آجائے تو اخلاق برتنا چاہیے۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اگر اس وقت قضائے حاجت کی ضرورت پیش آجائے تو اخلاق برتنا چاہیے، تو کیا اس کا عذر نہ کرو گے؟

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقرباء
تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

پکا عہد کرلو کہ معمولات کو کبھی نہ چھوڑو گے، یہ ترقیات کا زینہ ہے ہمارے اکابر کا یہی معمول تھا، حضرت گنگوہی سے دیکھنا شروع کیا تھا کہ حضرت کا وقت پر دروازہ بند ہوجایا کرتا تھا۔"

قدر کے قابل

اس جلسہ میں دیوبند اور مظاہر کے علاوہ ندوہ کا وفد بھی آیا تھا، اس وفد کے سربراہ مشہور ادیب، مؤرخ اور سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی نے اپنی تقریر میں جہاں اور باتیں بتائیں، ان میں ایک واقعہ ایسا بیان کیا جو حاضرین کی خصوصی دلچسپی کا باعث بنا، عبرت و نصیحت سے بھرپور اس واقعہ کا تعلق مولانا نعمانی کے سفر روم و مصر و شام سے ہے جب کہ انھوں نے اپنا یہ سفر پانی کے جہاز سے طے کیا تھا، لیجیے، مولانا کی زبانی سنیئے، وہ فرمارہے ہیں۔

10314

"عدن سے چونکہ دلچسپی کے نئے سامان پیدا ہوگئے تھے، اس لئے ہم بڑے لطف سے سفر کررہے تھے، لیکن دوسرے ہی دن ایک پرخطر واقعہ پیش آیا، جس نے تھوڑی دیر تک مجھکو سخت پریشان رکھا، ۱۰/مئی کی صبح کو میں سوتے سے اٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا، میں نے دیکھا تو واقعی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھرتے تھے اور اس کی درستی کی تدبیریں کررہے تھے، انجن بالکل بے کار ہوگیا تھا اور جہاز نہایت

آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا۔ میں سخت گھبرایا اور نہایت ناگوار خیالات دل میں آنے لگے۔ اس اضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا، دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا، وہ اس وقت نہایت اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے! بولے کہ ہاں انجن ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کچھ اضطراب نہیں؟ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا کیا موقع ہے؟ فرمایا کہ جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے اور ایسے قابل قدر وقت کو رائیگاں کرنا بالکل بے عقلی ہے، ان کے استقلال اور جراءت سے مجھ کو بھی اطمینان ہوا۔ آٹھ گھنٹے کے بعد انجن درست ہوا اور بدستور چلنے لگا۔"

بیس منٹ، بیس ڈالر

اسٹیج پر ایک مقرر اور آئے، اناؤنسر جب ان کے نام کا اعلان کر رہا تھا، صاف میں سن نہیں سکا، لیکن ایک واقعہ انہوں نے ایسا سنایا جس کے اثر کو میرے ذہن و دماغ نے قبول کیا، وہ واقعہ یہ ہے:۔

" پاکستان کے ایک مشہور ادیب " ابراھیم جلیس " (جو کبھی ہندوستانی اور حیدر آبادی تھے) لندن گئے تاکہ وہاں کے ماحول سے بخوبی واقف ہوں، وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ وقت کے بہت پابند ہیں، اور ہر کام وقت پر کرتے ہیں اور جو کام ہوتا ہے اس کو بڑی پابندی سے ادا کرتے ہیں، اور شام کے ۵ بجتے ہی تمام لوگ کھیل کود، سیر و تفریح میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

ایک دفعہ کسی انگلستانی نے ان کو اپنے یہاں دعوت دی۔ انہوں نے اس کی دعوت منظور فرمائی اور دعوت میں شریک ہوئے، دعوت کے بعد برطانوی نے ان سے ہندوستانی ماحول کے حالات پوچھے۔ ابراھیم جلیس نے ہندوستانی ماحول بیان کیا۔ چونکہ برطانوی وقت کے پابند ہوتے ہیں اس لئے ان کے یہاں ایک ٹائم پیس بھی سامنے میز پر

رکھا ہوا تھا۔ جب ابراھیم جلیس نے ہندوستانی ماحول بیان کیا تھا اس بیان میں ۲۰ منٹ گذر گئے۔ برطانوی تو اس ماحول کو سننے کے بعد اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا، اس لئے برطانوی کی بیوی نے بیس (۲۰) ڈالر ابراھیم جلیس کو دیا اور یہ کہا کہ آپ کا ہم نے بیس منٹ وقت لیا، اس کا معاوضہ دیا جارہا ہے۔"

اس کے بعد انھوں نے یہ دو شعر سنا کر اپنی تقریر ختم کی۔

گذرا ہے جو دن اس کو کبھی یاد نہ کر
جو آئے گا روز اس کی فریاد نہ کر

☆☆☆

جو آئیگا، یا گیا ہے، اس کو جا بھول
جو وقت ملے آج وہ برباد نہ کر

وقت کم ہے اور کام بہت

دیوبند، مظاہر اور ندوہ کے بعد علی گڈھ کے مقررین کی باری آئی، ان کے سرخیل سر سید احمد خاں کی اس مختصر بات پر حاضرین نے خوب داد دی کہ:۔

"وقت کم ہے اور کام بہت، نہ مجھ میں یہ قوت ہے کہ سورج کو ٹھہرا کر دن کو بڑھا دوں، نہ یہ طاقت کہ سورج کو نکلنے سے باز رکھ کر رات کو وسعت دے دوں۔"

کام میں مصروف رہنے والے لوگ

سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جناب سید حامد کی باری آئی تو اپنے مطالعہ اور تجربہ کا نچوڑ اس طرح پیش کرنے لگے کہ:۔

"جو لوگ کاموں میں مصروف رہتے ہیں، ان کے پاس اس کا وقت کہاں کہ دوسروں کی ٹوہ میں رہیں، ان پر نکتہ چینی کریں اور ان پر تہمت دھریں، جو لوگ اپنے فرائض کو ایمان داری کے ساتھ انجام دیتے ہیں، جو فرائض کا حق ادا کرتے ہیں ان کے

ذہن اور زبان کے دامن ،لغویات اور خرافات سے لامحالہ بچتے رہتے ہیں ۔"

اگر ایک انسان کے پاس ایک ہی روٹی ہو

مشہور مدرسہ "الاصلاح" (سرائے میر ، اعظم گڑھ) کے نامور فاضل گرامی مولانا امین احسن اصلاحی شرکاء جلسہ کو اپنا یہ اصلاحی پیغام دینے لگے کہ "زندگی کے جو لمحات بھی میسر ہوتے ہیں وہ اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریاں ساتھ لاتے ہیں ۔ اس وجہ سے جو فرض رہ گیا وہ گو یا ہمیشہ کے لئے رہ گیا ۔ اگر اس کو اس کے اصلی وقت کے بعد پورا کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ اس کے مساوی یا اس سے بھی زیادہ بھاری دوسرے کسی فرض کو اس کی خاطر قربان کیا جائے ۔" وہ حاضرین کے دلوں پر دستک دیتے ہوئے یہ بات بھی نہایت حکیمانہ کہی کہ ۔ "اگر ایک انسان کے پاس ایک ہی روٹی ہو اور خود اس کو اور اس کے بچوں کو فاقہ درپیش ہو تو بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنے کی غلطی کبھی نہیں کرے گا ۔ اگر ایک مسافر کے پاس پانی کی ایک ہی چھاگل ہو اور اس کو صحرا کا سفر درپیش ہو تو وہ اس پانی کو پاؤں دھونے پر کبھی ضائع نہیں کرے گا ، بلکہ اس کا ایک ایک قطرہ اپنی زندگی بچانے کے لئے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا ۔ اگر کسی کے ترکش میں ایک ہی تیر ہو اور راستے میں اسے شیر یا بھیڑیئے سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ یہ حماقت کبھی نہیں کرسکتا کہ وہ اس ایک ہی تیر کو گیدڑوں اور لومڑیوں کے شکار پر ضائع کردے بلکہ وہ اس کو اصل خطرہ کی مدافعت کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا ۔

لیکن حیرت ہے کہ وہی انسان جو اپنی ایک روٹی ، اپنے ایک چھاگل پانی اور اپنے ترکش کے ایک تیر کے مصرف کو متعین کرنے میں اتنا محتاط ہے جب اسکے سامنے ، خود اپنی زندگی جیسی بیش بہا قیمتی چیز کے مصرف کے متعین کرنے کا سوال آتا ہے تو وہ بالکل ہی نادان بن جاتا ہے ۔ وہ اشرفیاں تو لٹاتا ہے اور کوئلوں پر مہر کرتا ہے ، جواہرات دیتا ہے اور سنگ ریزے خریدتا ہے ، کانٹوں کو چنتا ہے اور پھولوں کو پھینک دیتا ہے ، جو ظاہر ہے کسی عقلمند اور دانا آدمی کا یہ کام نہیں ، کاش انسان اپنے وقت کی قیمت کو پہچانتا ۔"

اسلامی احکام اور پابندی وقت:

سرائے میر کے قریب ہی اعظم گڑھ ہے ۔ یہاں کے مشہور صاحب قلم مولانا مجیب اللہ ندوی کو بھی دعوت دی گئی تھی ۔ وہ اگرچہ ابھی ابھی اپنے محبوب اور قابل قدر استاذ مولانا سید سلیمان ندوی پر کامیاب سمینار سے فارغ ہوئے تھے ۔ اس سمینار کی روز و شب کی مصروفیات نے انھیں تھکا دیا تھا ، مگر جب کبھی بھی نوجوانوں کی طرف سے کسی اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے ۔ ان کے چہرے پر شگفتگی آجاتی ہے اور تازہ دم ہوکر چلنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں اپنی ان دیرینہ روایات کے پیش نظر اس اجتماع میں بھی آئے ۔ اپنے مطالعہ کی روشنی میں ، بڑی قیمتی باتیں فرمانے لگے ، جن کا ایک حصہ یہ ہے :

"وقت کی اہمیت ہی کے پیش نظر اسلام میں سارے احکام کو وقت کا پابند بنایا گیا ہے ۔ اگر آپ ان احکام اسلامی کو مقررہ وقت پر نہ ادا کریں تو خدا کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے ۔ اگر آپ فجر کی نماز ظہر کے وقت پڑھیں یا ظہر کی فجر کے وقت تو آپ کی نماز خدا کے حضور میں کوئی قیمت نہیں رکھے گی ۔ روزہ اگر آپ ماہ رمضان کے بجائے کسی دوسرے کئی مہینے رکھ لیں تو بھی آپ کے سر سے فرض ادا نہ ہوگا ۔ آپ زکوۃ کا سال بھر کا حساب کئے بغیر ہزار روپیہ کار خیر میں لگادیں تو آپ زکوۃ کے فرض سے سبکدوش نہیں ہوسکتے ۔ اگر آپ حج ۹ / ۱۰ / ۱۱ / ذی الحجہ کے بجائے شوال یا رمضان میں ادا کریں تو آپکا حج ادا نہ ہوگا ۔ اسی طرح معاملات اور معاشرتی احکام میں بھی وقت کی پابندی کو اسلام نے ضروری قرار دیا ہے ۔ قرآن نے ان قوموں اور افراد کو بار بار تنبیہ کی ہے جن کو لمبی لمبی عمریں دی گئیں اور انھوں نے حق کو نہیں پہچانا اور باطل میں پڑے رہے گویا اس طرح انھوں نے اپنی عمر اور وقت کا سارا سرمایہ ضائع کیا ۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر " قیامت تمہارے سر پر کھڑی ہو اور تمہارے ہاتھ میں کوئی پودا ہو تو اس وقت بھی تم اسے جلد سے جلد زمین میں لگادینے کی کوشش کرو ۔" یعنی جو وقت میسر ہے اسے کام میں لاؤ ۔

صحابہؓ کرام نے آپ کے فیض صحبت سے وقت کی اہمیت کو پہچان لیا تھا وہ جب ایک دوسرے سے ملتے تو جدا ہونے سے پہلے سورۃ العصر سنا دیتے تھے جس میں زمانے اور وقت کی قسم کھا کر اس کے صحیح استعمال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور جو لوگ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں ان کو تنبیہ کی گئی ہے۔

وقت کی قدردانی ہی تھی کہ امام طبری، امام نودی، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر، علامہ سیوطی اور بہت سے محدثین و فقہا کی کتابوں کے صفحات کا شمار کیا گیا تو ایک ایک دن میں ۲۵۔۳۰ صفحے روزانہ پڑتے ہیں اگر دوسری انسانی ضروریات کو بھی سامنے رکھا جائے تو ان کی کتابوں کی ضخامت پر حیرت ہوتی ہے کہ اتنا بڑا علمی ذخیرہ ایک آدمی نے کیسے جمع کر لیا ہمارے اسلاف اور بزرگان دین ایک لمحہ کی غفلت کو بھی گناہ تصور کرتے تھے۔ ان کا تو یہ وظیفہ تھا۔

ناخوش آن وقتے کہ بر زندہ دلاں بے عشق رفت
ضائع اں روزے کہ برمستاں بہ ہوشیاری گزشت

وقت کے ضائع کرنے میں کام ہی کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ وقت ضائع کرنے والا بغیر کسی ارادہ کے بہت سی برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بلا وجہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے:

کشفی نوجوانوں نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ ان کے اس اہم اور بامقصد جلسہ میں حتی الامکان قابل ذکر جماعتوں اور اداروں کی ممتاز شخصیتیں چھوٹ نہ جائیں چنانچہ اپنے جذبہ کے تحت انھوں نے اپنے اس جلسہ میں مولانا سید ابوالاعلی مودودی کو بھی دعوت دی تھی وہ جب خطاب کے لئے آئے تو فرمانے لگے:۔

"یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ جو زمانہ اب گزر رہا ہے وہ دراصل وہ وقت ہے جو

ایک ایک شخص اور ایک ایک قوم کو دنیا میں کام کرنے کے لئے دیا گیا ہے اسکی مثال اس وقت کی سی ہے جو امتحان گاہ میں طالب علم کو پرچہ حل کرنے کیلئے دیا جاتا ہے۔ یہ وقت جس تیز رفتاری کے ساتھ گزر رہا ہے اس کا اندازہ تھوڑی دیر کیلئے اپنی گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی کو حرکت کرتے ہوئے دیکھنے سے آپ کو ہوجائے گا۔ حالانکہ ایک سیکنڈ بھی وقت کی بہت بڑی مقدار ہے۔ اسی ایک سیکنڈ میں روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا راستہ طے کرلیتی ہے اور خدا کی خدائی میں بہت سی چیزیں ایسی بھی ہوسکتی ہیں جو اس سے بھی تیز رفتار ہوں خواہ وہ ابھی تک ہمارے علم میں نہ آئی ہوں۔ تاہم اگر وقت گزرنے کی رفتار وہی سمجھ لی جائے جو گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی کے چلنے سے ہم کو نظر آتی ہے۔ اس بات پر غور کیا جائے کہ ہم جو کچھ بھی اچھا یا برا فعل کرتے ہیں اور جن کاموں میں ہم مشغول رہتے ہیں، سب کچھ اس محدود مدت عمر ہی میں وقوع پذیر ہوتا ہے، جو دنیا میں ہم کو کام کرنے کے لئے دی گئی ہے، تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا اصل سرمایہ تو یہی وقت ہے، جو تیزی سے گزر رہا ہے۔ امام رازی نے کسی بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ "میں سورہ عصر کا مطلب ایک برف فروش سے سمجھا، جو بازار میں آواز لگا رہا تھا کہ رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے، رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں نے کہا یہ ہے والعصر ان الانسان لفی خسر۔ کا مطلب، عمر کی جو مدت انسان کو دی گئی ہے وہ برف کے گھلنے کی طرح تیزی سے گزر رہی ہے۔ اس کو اگر ضائع کیا جائے، یا غلط کاموں میں صرف کر ڈالا جائے تو یہی انسان کا خسارہ ہے۔"

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا

مقصد چونکہ عظیم تھا اور ہر حلقہ کی نمایاں شخصیتوں سے استفادہ کرنا تھا۔ اس لئے مولانا وحید الدین خان سے بعض مسائل امور اور نظریات میں اختلاف کے باوجود کھفی نوجوانوں نے انہیں بھی اپنے اس جلسہ میں دعوت دی تھی۔ خان صاحب اپنے فلسفیانہ انداز میں فرمانے لگے۔

"اب ہم نئے سال میں داخل ہونے والے ہیں ایک پر ایک سال گذرتے جا رہے ہیں، زمین کی گردش جاری ہے، ہر ایک سال مکمل ہونے کے بعد ٹھیک اسی طرح نیا سال سامنے آجاتا ہے جیسے میٹر میں پرزہ کی گردش مکمل ہونے کے بعد ہندسے بڑھتے رہتے ہیں۔ ٹیکسی کا مسافر خواہ ٹیکسی کھڑی کئے ہوئے ہو یا اس الل ٹپ راستوں پر دوڑا رہا ہو ہر حال اس کا میٹر چلتا رہتا ہے اور میٹر کے ہندسے ۱،۲،۳،۴،۵،۶۰ کی رفتار سے بدلتے رہتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی حال، مہینوں اور سالوں کا ہے۔ ہم خواہ بیٹھے ہوں یا بے مقصد کاموں میں مصروف ہوں، ہر حال میں وقت گذرتا رہتا ہے اور کیلنڈر کے ہندسے بدل بدل کر آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا البتہ ہر سال ایک گنتی کا اضافہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ہم ایک سال اور پیچھے ہوگئے ہیں اگرچہ بہت سے لوگ اس خود فریبی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہماری عمر میں ایک سال کا اور اضافہ ہوا ہے جب کہ فی الحقیقت ہماری عمر میں ایک اور سال کی کمی ہوتی ہے۔

ٹیکسی اگر اپنے مسافر کو لے کر صحیح منزل کی طرف چل رہی ہے تو میٹر میں ہندسوں کی تبدیلی سفر کی تکمیل کا نشان ہے لیکن اگر وہ غلط راستوں میں بھٹک رہی ہے تو وہ صرف اس بات کا اعلان ہے کہ مسافر اپنی منزل سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ آدمی کو تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ کام کرنا ہے، آدمی اگر اس حقیقت کو جان لے تو وہ اپنے اوقات کے معاملہ میں بے حد سنجیدہ ہو جائے، نہ صرف غیر ضروری بلکہ کم ضروری کاموں سے بھی دور رہ کر وہ صرف انتہائی ضروری کاموں میں مشغول رہے۔"

دل میں الارم

مولانا مفتی تقی عثمانی کو دینی اور عصری، دونوں علوم میں بڑی مہارت ہے۔ انھوں نے اپنے والد اور شیخ مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب سے خوب استفادہ کیا ہے، اس لحاظ سے وہ ان کے مزاج و مذاق کے آشنا بھی ہیں۔ انھوں نے اس جلسہ میں اپنے والد ماجد کی

بہت سی سبق آموز باتیں سنائیں، جن میں یہ باتیں بھی تھیں:

"حضرت والد صاحب کو وقت کی قدر و قیمت کا بڑا احساس تھا، اور آپ ہر وقت اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھتے تھے، اور حتی الامکان کوئی لمحہ فضول جانے نہیں دیتے تھے، آپ کے لئے سب سے زیادہ تکلیف کی بات یہ تھی کہ آپ کے وقت کا کوئی حصہ ضائع چلا جائے، آپ سنت کے مطابق گھر والوں کے ساتھ ضروری، اور بسا اوقات تفریحی گفتگو کے لئے بھی وقت نکالتے تھے، لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کے دل میں کوئی الارم لگا ہوا ہے جو ایک مخصوص حد تک پہنچنے کے بعد آپ کو کسی اور کام کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، چنانچہ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد آپ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے، سفر ہو یا حضر، آپ کا قلم چلتا ہی رہتا، ریل گاڑی میں تو آپ ایسی روانی سے لکھتے تھے جیسے ہموار زمین پر بیٹھے ہوں، اور تحریر میں کوئی خاص بگاڑ بھی عموماً پیدا نہیں ہوتا تھا، حد یہ ہے کہ احقر نے آپ کو موٹر کار، بلکہ موٹر رکشا تک میں بیٹھ کر لکھتے ہوئے دیکھا ہے، حالانکہ کار اور رکشہ کے جھٹکوں میں کچھ لکھنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، مگر آپ ہلکے پھلکے خطوط اس میں بھی لکھ لیتے تھے، یہاں تحریر کے طرز میں کچھ تبدیلی پیدا ہوتی، لیکن خط پھر بھی آرام سے پڑھ لیا جاتا تھا۔

آپ وقت کی وسعت کے لحاظ سے مختلف کاموں کی ایک ترتیب ہمیشہ ذہن میں رکھتے اور جتنا وقت ملتا اس کے لحاظ سے وہ کام کر لیتے جو اتنے وقت میں ممکن ہو، مثلاً اگر گھر میں آنے کے بعد کھانے کے انتظار میں چند منٹ مل گئے ہیں تو ان میں ایک خط لکھ لیا، یا کسی سے فون پر کوئی مختصر بات کرنی ہو تو وہ کر لی، گھر کی کوئی چیز بے ترتیب یا بے جگہ ہے تو اسے صحیح جگہ رکھ دیا، کوئی مختصر سی چیز مرمت طلب پڑی ہے، تو اپنے ہاتھ سے اس کی مرمت کر لی، غرض جہاں آپ کو طویل کاموں کے درمیان کوئی مختصر وقفہ ملا، آپ نے پہلے سے سوچے ہوئے مختلف کاموں میں سے کوئی کام انجام دے لیا۔

ایک روز ہم لوگوں کو وقت کی قدر پہچاننے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ

ہے تو بظاہر ناقابل ذکر سی بات ۔لیکن تمہیں نصیحت دلانے کے لئے کہتا ہوں کہ مجھے بے کار وقت گزارنا انتہائی شاق معلوم ہوتا ہے ۔ انتہا یہ ہے کہ جب میں قضاء حاجت کے لئے بیت الخلا جاتا ہوں تو وہاں بھی خالی وقت گذارنا مشکل ہوتا ہے ۔چنانچہ جتنی دیر بیٹھنا ہوتا ہے ۔اتنے میں اور کوئی کام تو ہو نہیں سکتا ۔اگر لوٹا میلا کچیلا ہو تو اسے دھو لیتا ہوں۔

مجھے یاد ہے کہ جب حضرت والد صاحب نے مجھے پہلے پہل ہاتھ کی گھڑی حجاز سے لا کر دی تو ساتھ ہی فرمایا کہ : " یہ گھڑی اس نیت سے اپنے پاس رکھو کہ اس کے ذریعے اوقات نماز کی پابندی کر سکو گے ۔ اور وقت کی قدر و قیمت پہچان سکو گے ۔ میں بھی گھڑی اس لئے اپنے پاس رکھتا ہوں کہ وقت کو تول تول کر خرچ کر سکوں ۔"

مومن کی ایک اہم صفت

جلسہ میں تھوڑا سا وقفہ دیا گیا تھا ۔اس کے بعد دوسری نشست کی کارروائی کا جب آغاز ہوا تو ایک مفسر اور ایک محدث یکے بعد دیگرے مائک پر درس قرآن اور درس حدیث کے لئے آئے ۔ مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشیں بھیرہ شریف پاکستان نے درس قرآن دیا ۔انہوں نے درج ذیل آیت کی تلاوت کی :

والذین ھم عن اللغو معرضون ۝ (المومنون : ۳)

انھوں نے ترجمہ کیا " اور وہ (مومن) جو ہر بے ہودہ امر سے منہ پھیرتے ہوتے ہیں " اس کے بعد آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :

" یعنی لغو سے مراد ہر وہ قول اور فعل ہے ۔جو فضول اور بے فائدہ ہو ۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مؤمن کا ہر لحہ بڑا قیمتی ہے ۔اس کے کندھوں پر تو ذمہ داریوں کا بار گراں ہے ۔اس کو فرصت ہی کہاں کہ وہ بیکار اور فضول کاموں میں شرکت کر سکے ۔علماء نے تصریح کی ہے کہ ایسی سیر و تفریح جو جسمانی صحت یا روح و قلب کی تازگی کا باعث ہو ۔وہ اس میں داخل نہیں "معرضون" (منہ پھیرے ہوتے ہیں) کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ لغویات کا ارتکاب تو کجا ۔مومن تو ادھر کا رخ ہی نہیں کرتے ۔"

یہ ہے آدمی کی خوبی اور اس کا کمال:

معارف الحدیث کے مؤلف اور مشہور صاحب قلم مولانا محمد منظور نعمانی نے "درس حدیث" کے لئے جس حدیث شریف کا انتخاب کیا تھا، وہ یہ تھی:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ (رواہ ابن جامہ والترمذی والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی کے اسلام کی خوبی اور اس کے کمال میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ فضول اور غیر مفید کاموں اور باتوں کا تارک ہو۔"

انھوں نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

"انسان اشرف المخلوقات ہے، اور اللہ تعالی نے اس کو بہت قیمتی بنایا ہے، اور اللہ تعالی چاہتا ہے کہ انسان کو وقت کا اور صلاحیتوں کا جو سرمایہ دیا گیا ہے وہ اس کو بالکل ضائع نہ کرے، بلکہ صحیح طور سے اس کو استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ ترقی اور اللہ تعالی کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرے ۔۔۔ یہی دین کی تمام تعلیمات کا حاصل اور لب لباب ہے، اور یہی ایمان و اسلام کا مقصد ہے، اسلئے جو خوش نصیب یہ چاہے کہ اس کو ایمان کا کمال حاصل ہو، اور اس کے اسلام کے حسن میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کھلے گناہوں اور بداخلاقیوں کے علاوہ تمام فضول اور غیر مفید کاموں اور باتوں سے بھی اپنے کو بچائے رکھے، اور اپنے وقت اور اپنی تمام خدا داد قوتوں اور صلاحیتوں کو بس ان ہی کاموں میں لگائے جن میں خیر اور منفعت کا کوئی پہلو ہو، یعنی جو معاد یا معاش کے لحاظ سے ضروری یا مفید ہوں ۔۔۔ یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔

جو لوگ غفلت سے لایعنی باتوں اور بے حاصل چیزوں میں اپنا وقت اور اپنی قوتیں صرف کرتے ہیں، وہ نادان جانتے نہیں کہ اللہ نے ان کو کتنا قیمتی بنایا ہے، اور

وہ اپنے کیسے بیش بہا خزانہ کو مٹی میں ملاتے ہیں۔ اس حقیقت کو جنھوں نے سمجھ لیا ہے۔ بس وہی دانا اور عارف ہیں۔"

اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

قرآن و حدیث کے درس کے بعد ناظم جلسہ نے اسٹیج پر تشریف فرما ایک مصلح اور صاحب دل کو دعوت خطاب دی۔ جب وہ مائک کی طرف بڑھ رہے تھے تو لوگوں کی نگاہیں ان کے نورانی چہرہ پر مرکوز تھیں۔ ان کی عرفانی باتیں "از دل خیزد بر دل ریزد" اور "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے" کا مصداق تھیں۔ یہ ہیں۔ مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحیٰ صدیقی عارفی (پاکستان) دیکھئے، وہ فرما رہے ہیں:

"زندگی کے تغیرات بڑے سبق آموز ہوا کرتے ہیں۔ مختلف حالات دیندار ہو یا دنیا دار سب پر گذرتے ہیں ایک وقت ہوتا ہے، تعلقات بڑھانے میں مزہ آتا ہے۔ دوسرے وقت تعلقات گھٹانے میں لطف ہوتا ہے۔ پہلے مسلمان اگر عمر کے ایک حصہ کو لہو و لعب میں صرف بھی کردیتے تھے تو آخر میں اکثر خدا کی طرف متوجہ ہوجاتے اور اپنی آخرت سنوار لیا کرتے تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ زیادہ تر دین کے چرچے تھے اور ابتدائی تعلیم بڑی ٹھوس اور مذہبی ہوتی تھی۔

جن لوگوں کو ابتدائی عمر میں دینی ذوق پیدا نہیں کرایا جاتا ہے، وہ غریب ساری عمر جانوروں کی طرح بسر کرتے ہیں۔ حظ نفس اور غفلت ہی کے دھندوں میں مبتلا رہتے ہیں۔۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ جسے اب بھی کچھ ہوش آجائے۔ آخرت کے معاملات بڑے سنگین ہیں۔ ان سے بے خبری بڑے خسران کا سبب ہے"

بے صرفہ ہی گذرتی ہے، ہو کیوں نہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے

اللہ تعالی کی معرفت تو بہت دور کی بات ہے۔ اپنا ہی حق ادا نہیں ہوتا۔ کوئی

پاکیزہ زندگی ہو، کچھ لطف زندگی ہو، کچھ تو ہو، جس کے لئے سرمایہ وقت کھورہے ہو۔

احساس زندگی ہے نہ کچھ لطف زندگی
ہم کیا جئے کہ مائل خواب گراں رہے

حدیث دیگراں کب تک اپنی ہی آپ بیتی عبرت کے لئے کچھ کم موثر نہیں۔ اپنی حالت کا جائزہ لو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اگر آخرت پر ایمان ہے تو جتنا سوچو گے اتنا ہی عمر رفتہ پر افسوس اور قلق ہو گا اور سوچتے سوچتے اگر ناامید ہونے لگو اور یاس غالب آنے لگے تو یہ بھی غلط ہے۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

غفلت کا وقت تو خیر گذر ہی گیا۔ مگر کس کا دامن ہاتھ میں ہے یہ تو دیکھو تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو رحمۃ للعلمین ہیں اور شفیع المذنبین ہیں، اس کا شکر ادا کرو اور باقی زندگی اس کی قدر دانی میں گزار دو۔

وقت طلوع دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

اس قدر دانی کا حق اسی طرح ادا ہو گا کہ اپنے صبح سے شام تک کے تمام اعمال کو سنت کے مطابق بناؤ۔ اپنے عبادات میں، معاملات میں معاشرات میں، اخلاقیات میں اسی کا اہتمام کرو خواہ کتنے ہی موانعات در پیش ہوں۔ تم اس سعادت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ کچھ دنوں تک نفس اور ماحول کے خلاف کرنے میں دشواری اور پریشانی ہوگی اس کے لئے مجاہدہ کرو، ہر مشکل کو برداشت کرو انشاء اللہ تعالی تمہاری اس فکر و سعی میں اللہ تعالے کی اعانت شامل ہوگی اور تمہاری زندگی بڑی پر کیف اور پر عافیت ہو جائے گی تم میں شرافت و انسانیت کے جذبات پیدا ہوں گے اور تم محبوب خدا و رسول ہو جاؤ گے اور مخلوق خدا تم کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھنے لگے گی۔"

ان سے کہئے کل نو بجے آئیں

اپنے دراز قد کے ساتھ جب شورش کاشمیری ایڈیٹر ہفت روزہ "چٹان"۔ لاہور آئے تو گرجدار آواز کیساتھ اپنے ممدوح مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے میں یہ فرمانے لگے:

"مولانا سے ان کے بعض معاصروں کی خفگی کا باعث ان کا استغنا تھا۔ وہ خلوت کے انسان تھے۔ کسی کے ہاں جاتے نہ بلاتے اپنی انا میں اس درجہ گم سم تھے کہ بعض لوگ جو ابتدائی زندگی میں ان کے ہم سفر اور "الہلال" کے شروع میں ہم قلم تھے۔ اسی باعث آخر تک بگڑے رہے اور بگاڑ ہی میں رحلت کر گئے۔ لیکن مولانا اس قسم کی ناراضی کو ذہن کی مرگی کا نام دیتے اور لاعلاج گردانتے تھے۔

پابندی اوقات کا یہ حال تھا کہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی روایت کے مطابق ایک دن پانچ بجے شام گاندھی جی آگئے مولانا کو خبر کی تو جیسے ہیں ہی نہیں۔ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ فرمایا: "اس وقت ملنے سے معذور ہوں کل صبح نو بجے تشریف لائیں۔ گاندھی جی بھی مہاتما تھے ہشاش بشاش لوٹ گئے اور اگلے دن نو بجے صبح تشریف لائے۔

دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر "ریاست" کا مضمون "چٹان" میں چھپ چکا ہے کہ وہ مولانا سے طے شدہ وقت کے مطابق مل رہے تھے۔ اجمل خان آئے اور کہا پرائم منسٹر ہاؤس سے فون آیا ہے کہ پنڈت جی (پنڈت جواہر لال نہرو) ملنے آرہے ہیں۔ جواب دیا۔ بول دو کہ اس وقت کوئی عزیز بیٹھا ہے وہ نہ آئیں۔ اجمل خان جا کر الٹے پاؤں آگئے اور کہا۔ پنڈت جی روانہ ہو چکے ہیں اور راستے میں چند منٹ پنڈت گوبند بلبھ پنت کے ہاں ٹھہریں گے۔ فرمایا وہاں فون کر دو کہ اب سے ڈیڑھ گھنٹے بعد تشریف لائیں۔"

غرض اوقات کی پابندی مولانا کے معمولات کا لازمہ تھی۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے معمول کی بھی کسی بڑی سے بڑی مداخلت پر قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ ان کا معمول تھا کہ رات جلد ہی سو جاتے۔"

ٹال مٹول کی عادت:

بیرونی مقررین میں قطر سے علامہ یوسف القرضاوی آئے تھے ۔انھوں نے ایک نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلائی ۔وہ فرمانے لگے : "ٹال مٹول کی عادت انسان کے اوقات کو برباد کردینے والی انتہائی خطرناک آفت ہے ۔اور یہ عادت کبھی انسان کو اپنے اوقات سے فائدہ اٹھانے نہیں دیتی ہے بلکہ وہ اس حد تک اپنے کاموں کو ٹالنے کا عادی ہوجاتا ہے کہ لفظ "کل" اس کا شعار اور اس کے معاملات کا مزاج بن جاتا ہے ۔اور نتیجۃً ایسا انسان بالکل نکما اور ناکارہ ہوجاتا ہے ۔۔۔ قبیلہ عبدالقیس کے ایک آدمی سے کہا گیا کہ ہمیں وصیت کرو ۔تو اس نے کہا "ٹال مٹول کی عادت سے ہوشیار رہو" اور ایک دوسرے بزرگ کا قول ہے کہ "ٹال مٹول کی عادت ابلیس کی فوج کا ایک سپاہی ہے ۔" اس لئے تمہارا فرض بنتا ہے کہ اپنے وقت کا بھرپور استعمال کرو اور آج تمہیں جو وقت ملا ہوا ہے اس میں زیادہ سے زیادہ علم نافع حاصل کرو اور عمل صالح کرو ۔اور کسی کام کو آنے والے کل پر مت ڈالو ۔ورنہ فی الحال تمہیں جو وقت ۔اس وقت ملا ہوا ہے ۔وہ تباہ و برباد ہوجائے گا اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا ۔اس لئے تم کو آج کے دن میں بونا چاہیے ۔ تاکہ آنے والے کل میں فصل کاٹ سکو ۔اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارے حصہ میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا ۔۔۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ "ٹال مٹول سے بچو" اس لئے کہ تمہارا تعلق آج سے ہے نہ کہ آنے والے کل سے ۔اگر وہ "کل" تمہیں مل جائے تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو تم نے آج کے ساتھ کیا تھا اور اگر "کل" تمہارا نہ ہوا تو تم کو آج کی کوتاہیوں پر پچھتانا پڑے گا ۔ہر روز کا اپنا کام ہے اور ہر وقت کی اپنی ذمہ داریاں ہیں ۔کوئی وقت ایسا نہیں ہے جو خالی آتا ہے اور اپنے ساتھ نئی ذمہ داریاں نہ لاتا ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے جسم پر کثرت عمل کے باعث تھکان کے آثار دیکھ کر ان سے عرض کیا کہ اس کام کو کل پر ٹال دیں ۔تو خلیفہ وقت نے فرمایا ۔ایک دن کے کام نے مجھے تھکا کر رکھ دیا ہے اور جب دو دن کا کام جمع ہوجائے گا ۔تب میرا کیا حال ہوگا ۔"

ایک بڑی آفت:

بڑوں کی اس مجلس میں چھوٹوں کا کیا کام ؟مگر منتظمین جلسہ نے بڑوں کے پڑھائے ہوئے سبق کو ان کے سامنے دہرانے کے لئے میرا نام پکار ہی لیا۔ میں نے اس موقع پر جو معروضات پیش کیں، ان کے ذکر سے پہلے راقم الحروف کے کتابچہ کو پڑھئے جو اس جلسہ میں ایک فلاحی اور اشاعتی ادارہ کی جانب سے شائع کیا گیا تھا۔ کتابچہ کا مضمون یہ ہے

"ایک بڑی آفت اور مصیبت جو مسلم گھرانوں میں نازل ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ ناولوں اور افسانوں کی کتابیں اور فلمی رسالے جو بے حیائی سکھانے والے ہوتے ہیں اور جن میں اکثر ننگی تصویریں بھی چھپی ہوتی ہیں، گھر گھر پڑھی جاتی ہیں (الاماشاء اللہ) ان کو پڑھ کر گندے خیالات اور خراب باتیں لڑکوں اور لڑکیوں کے دل و دماغ میں جگہ پکڑ لیتی ہیں، پیسہ بھی ضائع ہوتا ہے، وقت بھی خراب جاتا ہے اور ناجائز و نامناسب قصے اور داستانیں پڑھ کر دل گندے اور دماغ ناپاک بن جاتے ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں بڑی بڑی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں، بد چلنی، بے حیائی، بد کاری کے واقعات جو دیکھے جاتے ہیں۔ گندی کتابیں اور رسالے ہی ان کا سبب ہوتے ہیں، لوگ یہ جانتے ہیں کہ مضر غذا صحت جسمانی کے لئے مضر ہوتی ہے، پھر نہ جانے کیوں اس حقیقت سے چشم پوشی کر لیتے ہیں کہ مضر مطالعہ صحت روحانی کے لئے مضر ہوتا ہے۔ کیا اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت ہمیں چونکانے کے لئے کافی نہیں ؟

"اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو "کلام دلفریب" (لھوالحدیث یعنی تمام بری اور بیہودہ باتیں) خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستہ کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔" (لقمان)

خدا کے لئے لھوالحدیث سے اپنے گھروں کو پاک رکھئے تاکہ آپ کے گھر میں

اللہ کی رحمت کا نزول ہو اور عذاب مہین سے بچ سکیں۔ دینی اور اخلاقی کتابوں کے گھر میں رکھنے اور پڑھنے اور پڑھانے کا اہتمام کیجئے۔ حدیث میں ہے:

"بلاشبہ حیا اور ایمان ایک ساتھ ہوتے ہیں، جب ایک رخصت ہوتا ہے تو دوسرا بھی چل دیتا ہے۔"

قابل توجہ

مذکورہ بالا کتابچہ میں یہ بھی تھا کہ آج کل جن چیزوں سے وقت برباد ہوتا ہے، ان میں ٹیلی ویژن بھی ہے۔ اس نے اپنے جال میں بڑوں، بچوں، عورتوں سب کو پھانس رکھا ہے۔ ضروری اور غیر ضروری کا نہ فرق ہے نہ لحاظ۔ اخلاقی حدود کی بھی رعایت باقی نہیں رہی۔ ٹی وی کی وجہ سے جو برائیاں راہ پارہی ہیں، اور وقت کا بے دردی کے ساتھ ضیاع ہورہا ہے، یہ ہمارا ایک اہم سماجی مسئلہ ہے، جس کی طرف توجہ کی سخت ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو ان کی زندگی پر خصوصیت کے ساتھ بڑے ہی مضر اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ ان کی تعلیمی حالت بھی حد درجہ کمزور ہوتی چلی جارہی ہے۔ اخلاقی معاملہ بھی تشویشناک حد تک روبہ زوال ہے۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ بالغوں کی بہ نسبت بچہ ٹیلی ویژن کے برے اثرات کا شکار بہت جلد ہوتا ہے۔ وہ ٹی وی کے ڈراموں اور فلموں کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ بچے ٹی وی کی خاطر نیند کا خاصا وقت قربان کردیتے ہیں، یہ بچوں کی صحت کے لئے نہایت مضر ہے، صبح کو بچے وقت پر جاگتے نہیں، اسکول ماسٹروں نے ہمیں بتاتا ہے کہ اکثر بچے کلاس روم میں اونگھتے رہتے ہیں وہ ہوم ورک بھی کرکے نہیں لاتے، ایسے بچوں کی تعداد بھی کم نہیں جو کلاس روم میں بیٹھے تصوروں میں کھوئے رہتے ہیں، پڑھائی میں ان کا دھیان ہوتا نہیں۔

بچوں کی نفسیات سمجھنے والے تین حضرات اور خاتون نے بتایا ہے جن بچوں

کے ذہنوں پر ٹی وی کا طلسم طاری ہوتا ہے وہ ہر اس کام سے اور ہر اس انسان سے نفرت کرتے ہیں جو انہیں اس طلسم اور تصوروں سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ انہیں والدین سے، اسکول کے ماسٹروں سے، پڑھائی سے اور مذہب سے بھی نفرت ہو جاتی ہے، اس نفرت کا زیادہ نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ بچہ اس نفرت کا اظہار نہیں کر سکتا۔ نتیجتہً دبائی ہوئی نفرت اس کے کردار کو دیمک کی طرح کھاتی رہتی ہے۔ وہ مزاج کا چڑچڑا اور غصیلا ہو جاتا ہے، اس کے اثرات اس کے جسم پر بھی پڑتے ہیں اور نفسیات پر بھی۔ ایسے بچے ایسے جسمانی امراض کے مریض بن جاتے ہیں جن کے اسباب نفسیاتی ہوتے ہیں۔ انہیں "PSYCHOSOMATIC" امراض کہتے ہیں مگر اناڑی معالج اسباب سمجھنے کی بجائے علامت کو پیش نظر رکھتے ہیں اور دوائیوں سے جسم کو مزید نقصان پہنچاتے ہیں۔

رومانی ڈرامے اور فلمیں دیکھ کر بچہ جنسی لحاظ سے وقت سے پہلے بالغ ہو جاتا ہے اور جنسی انحراف کا عادی ہو جاتا ہے، جوانی میں داخل ہونے تک وہ جسمانی لحاظ سے بیکار ہو جاتا ہے یہ جسمانی تباہی اسے نفسیاتی مریض بنا دیتی ہے، بچوں کی نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ بچوں کے لئے کہانیاں پڑھنا اور اپنے ہاتھوں کچھ نہ کچھ بناتے رہنا مثلاً کاغذ کے جہاز، دیاسلائیوں کی خالی ڈبیوں سے فرنیچر اور مکان اور مٹی یا گوندھے ہوئے آٹے سے جانور وغیرہ بنانا، اس کی صلاحیتوں اور تخیل کو ابھارنے کے لئے ضروری ہوتا ہے مگر ٹی وی نے انہیں کہانیوں کی کتابوں اور دیگر مشاغل سے ہٹا دیا ہے۔ اب بچے اپنا تصور اور تخیل پیدا نہیں کرتے، ان کی تخلیقی صلاحیت پر ٹی وی کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اب اگر بچوں سے کہا جائے کہ اسکول کی سالانہ تقریب پر کچھ نہ کچھ بنا کر لائیں تو وہ نہیں بنا سکتے، بنانے کے لئے انہیں کوئی چیز سوجھتی ہی نہیں، بچوں میں جسمانی اور ذہنی مستعدی بھی نہیں رہی۔ ان ماہرین نے کہا ہے کہ پہلے بچے رات میں سونے سے پہلے ماں باپ کے ساتھ ہنستے کھیلتے ان سے کہانیاں سنتے اور ان سے وہ باتیں پوچھتے تھے جو انہیں معلوم نہیں ہوتی تھیں، اس طرح بچہ سیکھتا اور اس کا دماغ سوچنے کے قابل بنتا تھا، اب والدین اور بچوں کام

مل بیٹھنا ٹی وی کی نذر ہو گیا ہے اور بچے کے سیکھنے کے ذریعہ پر ٹی وی غالب آ گیا۔

کنیڈا کے بورڈ آف ایجوکیشنل کے سروے میں لکھا ہے کہ " ٹی وی نے بچوں کے اندر ایک ٹائم بم رکھ دیا ہے جو لڑکپن کے آخر اور جوانی کے آغاز میں پھٹے گا۔" کمیشن نے لکھا ہے " پیشتر اس کے کہ ٹی وی آپ کے بچے پر قابو پالے آپ ٹی وی پر قابو پالیں۔ اسی لئے وقت کے مشہور عالم اور جہاندیدہ اور صاحب دل بزرگ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے سورہ لقمان کی آیت میں جو " لھوالحدیث " (اللہ سے غافل کرنے والی باتیں) کا لفظ آیا ہے ۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں ٹی وی داخل ہے۔ یہ ٹی وی باتوں کے کھیل کے علاوہ ہے کیا ؟ ۱ اگر پہلے کے مفسرین اس زمانے میں ہوتے یا ان کے زمانے میں یہ ٹیلی ویژن ہوتا تو " لھوالحدیث " میں اسے ضرور داخل کرتے اسی لئے اس وقت خود اس چیز سے سبھوں کو احتیاط کی ضرورت ہے ۔

دستک (میرے اس کتابچہ کا آخری مضمون یہ تھا) :۔

" آج کے بڑھتے ہوئے جرائم اور نت نئی خرابیوں کے اسباب و علل کا سراغ لگانا چاہیں تو یقیناً بہت ساری چیزیں ہمارے سامنے آئیں گی مگر ان میں اولی حیثیت جس چیز کو حاصل ہوگی وہ " سنیما " کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہوگی ۔ کیوں کہ اس طرح کی تمام باتوں کے لئے اس کا پردہ " ٹریننگ اسکول " کا کام انجام دیتا ہے ۔ گویا " شراب کی طرح سنیما بھی " ام الخبائث " ہے جس کے بطن سے مختلف برائیاں جنم لیتی ہیں۔

سخت حیرت ہے کہ جو باتیں شرم کی سمجھی جاتی ہیں اور جنہیں بازار اور گھر میں رذیل سے رذیل آدمی بھی برداشت نہیں کرسکتا وہ سنیما ہال میں کس طرح شرافت بن جاتی ہیں ۔ جو لوگ اپنے کو اونچے خاندان والا سمجھتے ہیں وہ بھی اپنی بہو بیٹیوں کو ساتھ لے کر سنیما ہال میں بوس و کنار ، نیم عریاں اور عریاں تصویریں اور اس طرح کی نازیبا اور بے حیائی کی حرکتیں دیکھتے اور دکھاتے ہیں ... افسوس صد افسوس۔

مرد اور عورت، چھوٹے بڑے، امیر و غریب سب ہی آج سنیما بینی کی لعنت میں گرفتار ہیں اور کسی کو اس کے بڑے گناہ ہونے کا خیال نہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سنیما بینی میں وقت اور دولت کا تو ضیاع ہے ہی لیکن شرافت، انسانیت، حیا اور شرم کا خون پوری بے جگری کے ساتھ ہوتا ہے مگر کسی میں اس کی کسک نہیں جب کہ ایک مسلم کو اس سلسلہ میں چونکانے کے لئے یہ آیت کافی تھی:

و من الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علمہ و یتخذھا ھزوا۔ اولئک لھم عذاب مھین۔ (سورہ لقمان آیت: ۶)

"ترجمہ: "اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے، ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اس آیت میں "لھو الحدیث" (کلام دلفریب) جو آیا ہے اس کا اطلاق علماء نے تمام بری اور فضول اور بیہودہ باتوں پر کیا ہے مثلاً گپ، خرافات، ہنسی مذاق، داستانیں، افسانے، ناول، گانا بجانا اور اس طرح کئی دوسری چیزیں جن میں سنیما بھی داخل ہے۔ جس کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے بلیغ انداز میں کہا ہے"

وہی بت فروشی وہی بت گری ہے
سنیما ہے یا صنعت آذری ہے

وہ صنعت نہ تھی، شیوہ کافری ہے
یہ صنعت نہیں، شیوہ ساحری ہے

وہ مذہب تھا، اقوام عہد کہن کا
یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے

وہ دنیا کی مٹی، یہ دوزخ کی مٹی
وہ بت خانہ خاکی، یہ خاکستری ہے

سنیما کی "عارضی لذت" (جن میں دنیا کی تباہ کاریاں بھی ہیں) کو "جنت کی ابدی راحت" پر یقین رکھنے والے مرد اور عورت ہی چھوڑ سکتے ہیں۔ اس سے انشاء اللہ حقیقی سکون ملے گا اور وقت اور دولت، دونوں ضائع ہونے سے بچ جائیں گے۔ کاش یہ دستک

اپنا اثر دکھاتی۔

غنیمت جانئے

اسی فلاحی اور اشاعتی ادارہ نے راقم الحروف کے ایک اور مضمون کو الگ سے شائع کیا تھا۔ موقع اور وقت ہے کہ اسے بھی آپ کی خدمت میں پیش کردیا جائے۔ مضمون یہ ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا : پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ جوانی بڑھاپے سے پہلے، صحت مرض سے پہلے، دولت غربت سے پہلے، فراغت مشغولیت سے پہلے، زندگی موت سے پہلے (مشکوۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں وقت کی قدر و قیمت، اہمیت و نزاکت کو بڑے دل نشین انداز میں سمجھایا ہے، وقت بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت سے خدا نے ہر شئی کو نوازا ہے، وقت کی مختلف خصوصیتیں ہیں، ان خصوصیتوں کی وجہ سے وقت بہت اہم اور قیمتی سرمایہ بن جاتا ہے، سب سے پہلی خصوصیت تو یہی ہے کہ یہ بہت قیمتی مگر عام نعمت ہے، ہر فرد و بشر کو خدا نے "برابر وقت" سے نوازا ہے، شاہ ہو یا گدا، امیر ہو یا فقیر، ہر ایک کی رات، اور دن ۲۴ گھنٹے ہی کا ہوتا ہے، وقت کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ لوٹ کر نہیں آتا، ہر نئی صبح، ایک رات اور ہر نئی شام، ایک دن ہم سے چھین لیتی ہے، اور اسی قدر موت سے قریب کردیتی ہے، تمام خصوصیتوں میں یہ وقت کی سب سے اہم خصوصیت ہے، آدمی جب وقت کی قدر کرتا ہے، اور اسے کام میں لاتا ہے، تو بڑے سے بڑا کام انجام پاتا ہے، اور جو انسان وقت کو چھوڑ دیتا ہے، اس کے پاس سے وقت اس طرح دبے پاؤں گذر جاتا ہے کہ احساس تک نہیں ہوتا، ایسا لگتا ہے کہ پلک جھپکتے ۲۴ گھنٹے گذر گئے۔ یہ بھی روشن حقیقت ہے کہ وقت کسی کا انتظار کرتا ہے نہ رعایت، وہ رواں دواں ہے، اسے گذرنے سے مطلب ہے وہ ہرگز یہ نہیں دیکھتا کہ کون

چھوٹ گیا اور کون لڑھک گیا ہے ؟

وقت کی ان ہی خصوصیات اور قدر و قیمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ان (مذکورہ) پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔" یقیناً جب اچھا وقت گذر جائے گا اور برا وقت آئے گا تو اس وقت افسوس کرنے اور ہاتھ ملنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ماضی گذر چکا، مستقبل کا کوئی بھروسہ نہیں، حال ہی سب کچھ ہے۔ انسان کو جو کچھ کرنا ہے، وہ اسی میں کرسکتا ہے۔

کدھر جارہا ہے، کدھر دیکھتا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے جو امور و مسائل ہیں، ان کی طرف ہمیں توجہ دینی ہے، نجی اور عائلی زندگی سے لے کر اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے تمام معاملات کو حسن و خوبی اور ذمہ دارانہ احساس کے ساتھ انجام دینا ہے، لیکن دنیا اور دنیا کی چیزوں میں اس طرح گم نہیں ہوجانا ہے کہ آخرت کی تیاری سے لاپرواہی اور بے نیازی رہے۔ اس حقیقت کی طرف مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی مؤثر انداز میں توجہ دلائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

قدم سوئے مرقد، نظر سوئے دنیا
کدھر جارہا ہے کدھر دیکھتا ہے

یعنی ہر آن تمہارے قدم قبر اور آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور تمہاری نگاہیں، رنگینیوں اور رعنائیوں میں الجھی ہوئی ہیں، قدم تو مرقد (آخری آرام گاہ) کی طرف بڑھا رہے ہو اور دیکھ رہے ہو دنیا کی طرف۔ ایسے چلنے والے کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ گر پڑتا ہے، دانا انسان کی دانائی اور عقلمندی کی بات ہے کہ جس طرف وہ جارہا ہے ادھر ہی دیکھے اس طرح راستے صحیح طور پر طے کرے گا اور وہ ٹھوکر کھا کر گرے گا نہیں۔

ان آیتوں سے نصیحت حاصل کیجئے

وقت، عمر، زندگی، دنیا اور آخرت پر "سال نو" کے پس منظر میں تبصرہ کرتے

ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی بعض آیتوں کا ترجمہ عبرت و نصیحت کے لئے پیش کیا جائے۔ سورہ کہف میں ہے :

اور (وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے) جب ہم پہاڑوں کو ہٹادیں گے اور تو زمین کو دیکھے گا کہ کھلا میدان ہے ۔ اور ہم ان (سب) کو جمع کردینگے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے اور وہ تیرے پروردگار کے روبرو برابر کھڑے کر کے پیش کئے جائیں گے ۔ آخر تم ہمارے ہی پاس آئے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا ۔ لیکن تم تو یہ خیال کرتے رہے کہ ہم تمہارے لئے وقت موعود نہ لائیں گے اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا ۔ سو تو مجرموں کو دیکھے گا کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہے ۔ اس سے ڈر رہے ہیں اور کہ رہے ہیں کہ ہماری کمبختی اس نامہ عمل کی تو عجیب حالت ہے کہ اس نے (کوئی گناہ) نہ چھوٹا چھوڑا نہ بڑا بغیر اس کو قلمبند کئے ہوئے ۔ اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا تھا اسے (لکھا ہوا) موجود پائیں گے (بعض اہل کشف نے لکھا ہے کہ یہ اعمال لکھی ہوئی صورت میں نہیں ۔ بلکہ اپنی اصلی صورت میں پیش ہوں گے ۔ یعنی ہر عامل (کام کرنے والا) اپنے کو بعینہ وہی عمل (کام) کرتا ہوا پائے گا ۔ جو اس نے دنیا میں کیا تھا) اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا (کہ کسی ادنی سی نیکی بھی لکھنے سے رہ جائے یا حقیر سی بدی بھی کسی کے نامہ اعمال میں بڑھادی جائے) ۔" (آیت ، ۴ تا ۴۹) اور سورہ الحاقہ میں ہے :۔

"جس ورز تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی ۔ تو جس شخص کا نامہ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھ لو ۔ میں تو جانے ہوئے تھا کہ مجھے ضرور میرا حساب پیش آنے والا ہے ۔ تو وہ شخص خوب مزے کے عیش میں ہو گا ۔ بہشت بریں میں ہو گا ۔ جس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے ۔ کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ۔ ان اعمال کے بدلے میں جو تم گذشتہ ایام میں کر چکے ہو ۔ اور رہا وہ جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۔ تو وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا جو مجھے میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا ۔ اور مجھے خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے ۔ کاش موت ہی خاتمہ

کر چکی ہوتی، میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا میری جاہ و سلطنت (بھی) مجھ سے جاتی رہی۔" (۱۸ تا ۲۹)

مولانا عبدالماجد دریابادی آخری آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یعنی دنیا کا مال و جاہ لینے میں پڑا ہوا میں مست و غافل اور آخرت کی طرف سے بھولا ہوا رہتا تھا، ان کی بے حقیقتی آج عیاں ہو رہی ہے۔ دنیا میں غفلت پیدا کرنے والی چیزیں یہی دو ہوتی ہیں، ایک مال دوسرے جاہ، اس لئے صراحت سے ذکر انہیں دونوں کا کیا گیا۔"

سورہ الحشر کی آیت (۱۸) بھی ذمہ دارانہ زندگی گزارنے اور وقت کا صحیح استعمال کرنے کے بارے میں نہایت اہم درس دیتی ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے، اس کا ایک حصہ یہ ہے:۔

"دوسری غور طلب بات اس آیت میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس میں انسان کو اس پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی کہ قیامت جس کا آنا یقینی بھی ہے اور قریب بھی۔ اس کے لئے تم نے کیا سامان بھیجا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اصل وطن اور مقام آخرت ہے۔ دنیا میں اس کا مقام ایک مسافر کی طرح ہے۔ وطن کے دائمی قیام و قرار کے لئے یہیں سے کچھ سامان بھیجنا ضروری ہے، اور انسان کے اس سفر کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ یہاں رہ کر کچھ کمائے اور جمع کرے۔ پھر اس کو اپنے وطن آخرت کی طرف بھیج دے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہاں سے دنیا کا سامان، مال و دولت کوئی وہاں ساتھ نہیں لے جا سکتا تو بھیجنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف مال منتقل کرنے کا جو طریقہ دنیا میں رائج ہے کہ یہاں کی حکومت کے بنک میں جمع کر کے دوسرے ملک کی کرنسی حاصل کر لے جو وہاں چلتی ہے۔ یہی صورت آخرت کے معاملہ میں ہے کہ جو کچھ یہاں اللہ کی راہ میں اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں خرچ کیا جاتا ہے وہ آسمانی حکومت کے بنک (اسٹیٹ بنک) میں جمع ہو جاتا ہے۔ وہاں کی کرنسی ثواب کی صورت میں اس کے

لئے لکھ دی جاتی ہے ۔ اور وہاں پہونچ کر بغیر کسی دعوے اور مطالبہ کے اس کے حوالہ کردی جاتی ہے ۔ آیت میں لفظ " ماقدمت لغد " عام ہے ۔ نیک اعمال اور بداعمال دونوں کے لئے ۔ جس نے نیک اعمال آگے بھیجے ہیں ، اس کو ثواب کی صورت میں آخرت کے نقود (کرنسی) مل جائے گی ، اور جس نے برے اعمال آگے بھیجے ہیں وہاں اس پر فرد جرم عائد ہوگی ۔ " (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۹۲) ۔ اس پس منظر میں ایک حقیقت میں شاعر کا یہ شعر پڑھئے :۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے "

نظر نہ آنے والا نقصان

اس موقع پر ایک صفحہ کا ایک اور پمفلٹ شائع کیا گیا تھا ۔ لوگ اسے ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگے تو اس میں درج تھا :۔

اوپر کی تصویر کو غور سے دیکھئے جس میں پانی اور برف کا تودہ دکھایا گیا ہے ۔ سرد علاقوں میں بڑی مقدار میں پانی جم کر اس طرح کی برفانی چٹانوں کی شکل میں سمندر میں بہتا رہتا ہے ۔ ان برفانی تودوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کا بیشتر حصہ نظروں سے اوجھل ہوتا ہے ۔ کیونکہ برفانی تودے کے ۹ حصوں میں سے آٹھ حصے پانی کی سطح کے نیچے ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں اور صرف ایک حصہ اوپر تیرتا رہتا ہے ۔

اسی طرح زندگی کے بہت سے معاملات ہیں جن کا وہ حصہ بہت تھوڑا ہے جو نظر آتا ہے ۔ اس کے مقابلہ میں وہ حصہ زیادہ ہے جو نظر نہیں آتا ۔ مثلاً ایک شخص ٹرین سے فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا ہے ۔ وہ جب اپنے خرچ کا اندازہ کرنا چاہے گا تو صرف ٹکٹ ، کھانا اور قلی وغیرہ کے اخراجات کو شمار کرے گا اور وہ یہ بھول جائے گا کہ اس نے ایک اور چیز صرف کی ہے اور وہ ہے پیداواری وقت ، کیوں کہ ریل کے سفر میں اس کے جتنے

گھنٹے صرف ہوئے ان میں وہ کوئی دوسرا کام کرسکتا تھا۔

فرض کیجئے، ایک شخص ہے جو ۶۵۰ روپے ماہانہ کماتا ہے۔ اگر مہینہ میں ۱۲۵ گھنٹے کام کے شمار کئے جائیں تو اس کے ایک گھنٹے کی قیمت پانچ روپیہ ہوئی، اب اگر ریل کے سفر میں وہ پورا ایک دن گزارتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا ۱۲۰ روپے کا وقت خرچ کیا۔ یہ نظر نہ آنے والے اخراجات ہیں۔ اس کے ساتھ ٹکٹ وغیرہ کے نظر آنے والے اخراجات کو جوڑئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہوائی جہاز کا سفر اگرچہ بظاہر منہگا ہے۔ مگر بعض اوقات وہ حقیقتاً کم خرچ ہوجاتا ہے، عام طور پر لوگ اسی خرچ کو جانتے ہیں جو بظاہر دکھائی دے مگر حقیقت یہ ہے کہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو نظر آتا ہے اس سے زیادہ وہ خرچ ہوتا ہے جو نظر نہیں آتا، اگر آپ روزانہ اپنے پانچ گھنٹے ادھر ادھر گنوادیتے ہیں اور کون ہے جو ایسا نہیں کرتا، تو آپ یہی سمجھیں گے کہ میں نے پانچ گھنٹے صرف کئے، لیکن اگر آپ آئندہ پچیس سال تک صحت و طاقت کے ساتھ زندہ رہیں اور اس پورے عرصہ میں روزانہ پانچ گھنٹے اسی طرح ضائع کرتے رہیں تو جوڑیئے کہ آپ اپنی قیمتی زندگی کے کتنے گھنٹے گنوائیں گے، پورے ۴۵ ہزار گھنٹے۔ کتنے لوگ ہیں جو اس نظر نہ آنے والے نقصان کو جانتے ہوں؟

دو عظیم نعمتیں

اب تک تو آپ راقم الحروف کے اس کتابچہ اور پمفلٹ کو پڑھ رہے تھے جو جلسہ گاہ میں تقسیم کیا گیا تھا، جہاں تک معروضات کا تعلق جو خطاب کرتے ہوئے پیش کی گئی تھیں، وہ یہ ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں بہت تھوڑے وقت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور ہر انسان ایک مختصر سی زندگی لے کر آتا ہے، اس زندگی میں جتنا وقت وہ اللہ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری میں گزارے بہتر ہے، اپنے وقت کی قیمتی دولت کو لغو و بیہودہ اور فضول مشاغل میں برباد کرنا بڑی بد نصیبی کی بات ہے، ایک حدیث میں ہے۔"

دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں بمتلا ہیں ۔ ایک تندرستی اور دوسری فراغت ۔" (بخاری)

حقیقت یہ ہے کہ تندرستی اور فراغت دونوں عظیم نعمتیں ہیں ، مگر بسا اوقات یہ نعمتیں اچانک چھین لی جاتی ہیں ۔ اس وقت انسان کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے ۔ ایک دوسری حدیث میں مزید وضاحت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو : بڑھاپے سے پہلے جوانی کو ، بیماری سے پہلے تندرستی کو ، فقر وافلاس سے پہلے مال داری کو ، تفکرات میں پھنسنے سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو ۔" (ترمذی)

واقعہ یہ ہے کہ انسان کا اصل سرمایہ اور راس المال اس کا وقت ہی ہے اور دنیا در حقیقت آخرت کی کھیتی ہی ہے ۔ چنانچہ جو شخص اپنے سرمائے کو صحیح طور پر استعمال کرے گا ، وہ فائدے میں رہے گا ، اور جو اسے فضول و برباد کرے گا وہ گھاٹے اور نقصان میں رہے گا ۔ حدیث میں ہے ۔ " جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے تو اس کی یہ نشست بڑی حسرت اور خسران کا سبب ہوگی ۔ اسی طرح جو شخص لیٹے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے تو یہ لیٹنا اس کے لئے بڑی حسرت اور نقصان کا سبب ہوگا ۔" (ابوداؤد) ... ایک اور حدیث میں ہے کہ " آخرت میں اہل جنت اگر کسی بات پر افسوس کریں گے تو وہ افسوس صرف ان لمحات پر ہوگا جو انہوں نے دنیا میں اس طرح گزارے ہوں گے کہ ان میں اللہ کو یاد نہ کیا ہوگا ۔"

وقت کی قدر ہر سعادت و برکت کا دروازہ کھولتی ہے اور اس کی ناقدری بلاؤں ، مصیبتوں اور ناکامیوں کو دعوت دیتی ہے یاد رکھئے ! اگر آپ نے وقت کو صحیح مصرف میں نہیں گزارا تو وقت بے رحمی کے ساتھ آپ کو روند کر نکل جائے گا ۔ اس لئے کہ وہ کسی کی رعایت کرتا ہے نہ انتظار ۔"

آپ ایک تجربہ کیجئے :۔

میں نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ عرض کیا کہ

"ہو سکتا ہے کہ آپ دوکان دار ہوں یا کسی کارخانہ کے مالک ہوں۔ کسی بڑے فرم کے نگراں ہوں۔ کسی دفتر یا مدرسہ میں کارکن ہوں کسی عہدہ پر فائز ہوں۔ غرض یہ کہ اس زندگی میں کوئی بھی ذمہ داری آپ نے سنبھال رکھی ہو۔ آپ کو ہر وقت افکار گھیرے رہتے ہیں، بہت سے کاموں کا بوجھ آپ کے سر پر ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں اکثر لوگوں کا ذہن الجھا ہوا رہتا ہے، اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی کوئی کام چھوٹ جاتا ہے اور کبھی کسی کام کی طرف پوری طرح توجہ دینے کا موقع نہیں ملتا۔ اس پریشانی کو کم کرنے کے لئے آپ ایک تجربہ کیجئے۔ ہر روز دس منٹ اس بات پر صرف کیجئے کہ کل کے دن آپ کا تفصیلی پروگرام کیا ہوگا؟ آپ کیا کام کریں گے؟ کہاں جائیں گے؟ کس کس سے ملیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلہ میں آپ "ڈائری" یا کیلنڈر کے یادداشت کے خانے سے کام لے سکتے ہیں ۔۔۔۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ محسوس کریں گے کہ ایک نئی تازگی اور چستی آپ کے اندر پیدا ہو گئی ہے اور آپ اپنے کو ہلکا پھلکا محسوس کریں گے۔ کوشش کیجئے کہ آپ اپنے سوچے ہوئے تفصیلی پروگرام کے مطابق اپنے کام پورے کر سکیں اور پھر دوسرے دن شام کو جب آپ جائزہ لیں گے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ نے معمول سے زیادہ کام انجام دیئے ہیں، اور آپ کا ذہنی بوجھ بہت کم ہو گیا ہے ۔ وقت کی قدر کرنے والے اور اپنے کاموں میں ترتیب و تنظیم کا لحاظ رکھنے والے بہت سی پریشانیوں سے بچ جاتے ہیں ۔"

کل عام و انتم بخیر :۔

کہفی نوجوانوں کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اس جلسہ کی کارروائی پر اثر انداز میں دیر تک چلتی رہی۔ دعاء پر جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔ مگر جلسہ کے دوران موضوع کی

مناسبت سے جن شاعروں نے اپنا کلام سنا کر جلسہ کو گرمایا تھا۔ ان کے ایک ایک شعر کو نقل کر کے میں جانے والے سال کو "خدا حافظ" اور آنے والے سال کو "خوش آمدید" کہنا چاہتا ہوں، اور اسی پر ہماری اور آپ کی یہ ملاقات بھی ختم ہو رہی ہے ۔"
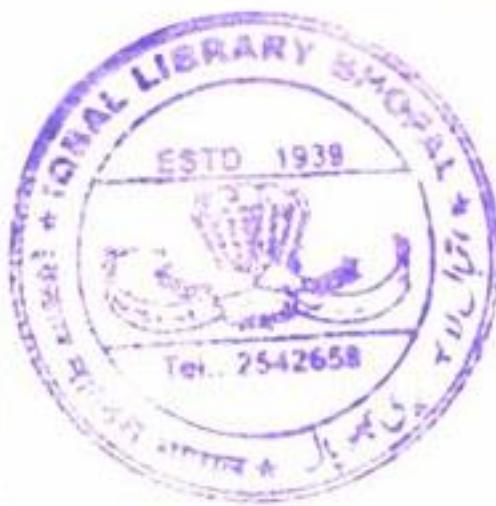
ہم کو بے حسیٔ زمانے کا احساس ہے ، وقت کی قدر ہے ، عمر کا پاس ہے

پھر بھی ہر اک پہ طاری ہے کیوں بے حسی ، آدمی یہ سمجھ لے تو کیا بات ہے

عصر حاضر میں یہی ہے کامرانی کی سبیل   سامنے نظروں کے اپنے وقت کی رفتار رہے

مل جائے جو بھی وقت غنیمت سمجھ کے چل   کیا اعتبار سانس کا جب تک چلی چلی

اٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں   نفس سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

کل عام و انتم بخیر

☆☆☆☆

☆ ٹائم مینیجمنٹ (تنظیم وقت)

☆ روز و شب کے لمحات

☆ شب و روز کے لئے ہدایت

☆ مسلمانوں کے شب و روز
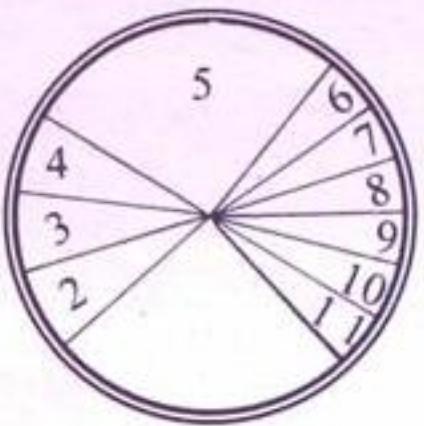
ٹائم مینیجمنٹ
(تنظیم وقت)

ایک نیا سائنسی موضوع۔ نئی سماجی اور معاشی ضرورت

جناب سید بشارت علی انجینیر

ہم میں سے بیشتر کو محض اس لئے غیر معمولی کشمکش اور الجھن کا سامنا کرنا پڑتا ہے چونکہ ہم یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ مقررہ وقت میں ہم وہ سب کام نہیں کر پار ہے ہیں جو کہ ہمیں کرنے ہیں۔ بعض لوگ اپنا وقت ایسے کاموں پر لگادیتے ہیں جسے وہ خود زیادہ اہم نہیں سمجھتے یا جن کے کرنے کا کوئی محل ہوتا ہے نہ موقع۔ اس طرح ترجیحات کے ٹھیک ٹھیک تعین اور وقت کی مناسبت و موزوں منصوبہ بندی میں ناکامی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ، اہم ترین ذمہ داریوں کے لئے اپنے ہاں انتہائی کم وقت محسوس کرینگے۔ مصروف ترین لوگوں کے لئے اپنے وقت کو کچھ اس طرح ترتیب دینا پڑتا ہے کہ جیسے ہم میں سے بیشتر اپنے پیسوں کا بجٹ بناتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ قدرت نے دنیا میں ہر ایک کے لئے یکساں وقت دیا ہے کسی کو کم یا کسی کو زیادہ نہیں، وقت نکالنے کی کلید تو وقت کو اثر آفریں بنانے میں پوشیدہ ہے۔ اسی کلید کے ذریعہ ایسا راستہ کھلتا ہے جو وقت کو پیداواری سر گرمیوں سے مربوط کرتا ہے اور زندگی کو بامعنی بنادیتا ہے۔ جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وقت نہ پلٹ سکتا ہے اور نہ ہی تبدیل ہوسکتا ہے تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ترجیحات کے عدم تعین اور وقت کی عدم منصوبہ بندی کے ذریعہ ہم وقت کے ساتھ ساتھ زندگی بھی ضائع کر رہے ہیں۔ جب ہم اپنے وقت کی قدر و قیمت رکھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ دوسرے بھی اس کا لحاظ رکھیں گے۔ جب ہمارے ہاں ہی

ایسی باتوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تو پھر دوسروں کو اس کی فکر کیوں پڑیگی۔

کیا ہم خود اپنی اور اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں؟

ٹائم مینیجمنٹ یا ترتیب وقت کو زندگی میں ایک انداز سے ایک طرز اور ایک فلسفے کے طور پر اپنایا جانا چاہیئے۔ اگر ہم کو ہمارے اقدار و ترجیحات اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہماری زندگی کیا ہے؟ ان باتوں کی تمیز کرنے اور ان میں ایک اہم آہنگی پیدا کرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے تو پھر چاہیئے کہ کچھ ہی حیرت انگیز طریقہ کار یا ٹیکنک اختیار کی جائے نہ ہماری زندگی کی الجھن گھٹے گی اور نہ اسے زیادہ سے زیادہ اطمینان بخش بنایا جاسکے گا۔ ہمیں اپنی زندگی میں اپنے مقاصد کو واضح رکھنا چاہیئے اور ان بنیادی خصوصیات کی نشاندہی کرنے کی اہلیت رکھنی چاہیئے جو ہماری زندگی کو پر معنی بناتے ہیں۔

ہماری روز مرہ کی زندگی پر بہتر کنٹرول کے لئے تنظیم وقت کے حسب ذیل اصولوں اور ضوابط بنائے جاسکتے ہیں۔ جو ہمیں زیادہ نتیجہ خیز اور موثر انداز میں کام کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ اس طرح ہم کام کے ایک ایسے بوجھ کو بھی ختم کرسکتے ہیں جو تکمیل نہیں پاسکتے ہیں ہمیں اپنی زندگی میں مقدار کے نہیں بلکہ معیار کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔ اور فکر و تردد کا ایک غبار دل میں بسائے رکھنے کے بجائے توازن پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خاص سرگرمی کے موضوعات کا تعین کیجئے

ہماری زندگی میں یہی وہ موضوعات ہیں جن میں کہ ہماری ذمہ داریاں ہیں اور ہمیں نتائج نکالنا ہیں۔ پروفیشن / جاب / بزنس جیسے موضوعات ہوسکتے ہیں یا پھر خاندان یا سماجی کام جیسی غیر واضح ذمہ داریاں ہوسکتی ہیں اس طرح کی خاص سرگرمی کے لئے مناسب وقت دینا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

آیئے کہ آغاز کے طور پر روز مرہ کی سرگرمیوں میں ہم اپنے وقت کی تقسیم کا جائزہ

پس اس مقصد کے لئے ہم اپنی سر گرمیوں کے وسیع موضوعات کی ایک فہرست تیار کریں جس میں کہ ہمارا وقت بٹا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر

۱۔ آرام ۔۲۔ سستانا (چائے کی ایک پیالی پر دوستوں سے گپ شپ ، شاعری وغیرہ سننا) ۳۔ کھانا ۔۴۔ خاندان (بچوں کے ہوم ورک وغیرہ پر توجہ ، انہیں باہر تفریح کے لئے لے جانا ، قصہ کہانیاں سنانا ، بیوی کے کام میں مدد وغیرہ) ۵۔ کام ۶۔ سماجی تقاریب (شادیاں ، رسمی ڈنر ، اجلاسوں جیسی سماجی تقاریب میں شرکت) ۷۔ مطالعہ ۸۔ سفر ۹۔ عبادات ۱۰۔ تخلیقی سر گرمیاں ۱۱۔ برادری کی خدمت ، سماجی ذمہ داریاں اس کے بعد ایک دائرہ کھینچئے جس کی متناسب تقسیم کے ذریعہ وقت کو بانٹئے ۔

جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے آیئے کہ اس کے مطابق مقاصد ، قدر اور ترجیحات کی ایک فہرست بھی تیار کرلیں ۔ چارٹ پر ایک قریبی نظر ڈال لیں اور اپنے مقاصد اور ترجیحات کی فہرست کا اس کے ساتھ تقابل کرنے کے بعد ہم یہ جان سکیں گے کہ آیا ہم اپنے مقاصد پر مطلوبہ وقت دے رہے ہیں یا نہیں اگر ہمیں پتہ چلے کہ ہم ان موضوعات یا چیزوں پر جنہیں زیادہ اہم سمجھتے ہیں وقت نہیں دے رہے ہیں تو پھر ہم جس انداز سے اپنا وقت صرف کر رہے ہیں اسے از سر نو ترتیب دینا چاہیے ۔

ترجیحات

بعض لوگوں کی زندگی میں ترجیحات کا انداز کچھ اس طرح ہوتا ہے ۔

۱۔ بہر حال کرنا ہے ۔ ۲۔ فوری کرنا ہے ۔ ۳۔ کرنا چاہتے ہیں ۔ بد قسمتی سے ہماری زندگی میں یہ ترجیح جسے پہلے نمبر پر رہنا چاہیے تھا آخری نمبر پر آجاتی ہے ۔

اس طرح کی ترجیحات کا تعین بالعموم دوسرے لوگوں کی ترجیحات سے ہوتا ہے ۔ ہمیں یہ یقینی بنانا چاہیئے کہ جو ترجیحات ہم پسند کرتے ہیں وہ ہماری اپنی ہوں چونکہ دوسرے نہیں بلکہ ہم ہی تو ہوتے ہیں جنہیں مسائل کا جب کبھی بھی وہ سامنے آئیں مقابلہ کرنا پڑتا

ہے۔ ترجیحات واضح رہیں اس لئے اہم بات ہے کہ جب کبھی ترجیحات مقرر کی جائیں۔ حسب ذیل سوالات ہم اپنے پیش نظر رکھیں جن سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔ (الف) میں یہ کام کس مقصد کے لئے کر رہا ہوں۔ (ب) کیا میرے وقت کے استعمال کا یہ کوئی بہتر طریقہ ہے۔ (ج) واقعتاً کیا میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں؟

آپ کو جو کام کرنے ہیں ان کی اس طرح زمرہ بندی کی جاسکتی ہے۔ وہ کام جن کا منصوبہ بنایا جاسکتا ہے۔ (متعدد ذمہ داریاں جو ہمیں خود انجام دینے ہیں) وہ کام جو پہلے سے پروگرام میں شامل نہیں مگر کبھی بھی سامنے آسکتے ہیں (جواب انجام دینے ہیں) بعد ازاں ہمیں یہ طے کرنا چاہیے کہ ان میں سے کس کی کیا نوعیت ہے۔ Urgent یا Importent بالعموم مقدم ذمہ داریاں زیادہ منافع بخش ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ ہماری خاص سرگرمی کی بنا پر تیتجہ نکالتی ہیں۔ حالانکہ یہ ردعمل کے طور پر سامنے آنے والے کاموں کے مقابلہ میں کم اہمیت رکھتی ہیں پھر کام کا جدول اس طرح تیار کیا جائے۔ مقدم اور اہم کام کو سب سے زیادہ ترجیح دی جائے ان کی اہمیت کے اعتبار سے وقت اور توانائی صرف کی جائے۔

ردعمل کی سرگرمیاں

ان پر بالعموم شیڈول میں ایسے لمحات مہیا کرتے ہوئے توجہ دی جاسکتی ہے جو آپ کے لئے فرصت کے رہیں۔ ایسے کام جو ارجنٹ ہیں لیکن اہم نہیں یہ معمول کے کام سے ہٹ کر فوری انجام دئے جاسکتے ہیں تاہم اگر یہ فوری تکمیل طلب بھی ہیں اور اس کی اہمیت بھی ہے تو پھر ہمیں از سر نو شیڈول بنانا پڑے گا۔

ٹائم مینیجمنٹ کے ایسے کسی بھی طریقہ پر جنہیں ہم اپنانا چاہتے ہوں عمل کرتے ہوئے ہم کو ہماری شخصی عادات کا جائزہ لینا چاہیے۔ اگر کچھ خامیاں ہوں تو ان کی اصلاح کرنا چاہیے۔ اور سارقین وقت کی نشاندہی بھی ضروری ہے۔ اس امر کا لحاظ رکھنے سے ہم اپنے

دستیاب وقت پر قابل لحاظ دباؤ کو گھٹا سکیں گے ۔ حقیقت یہ ہے کہ دباؤ میں یہ کمی الجھن کو ختم کرتی ہے ۔ اور ہماری کارکردگی مجموعی بہتری کی صورت میں سامنے آتی ہے ۔

شخصی عادات (شخصی نظم)

ڈائری ۔ فائلنگ سسٹم ۔ ڈیلی / ویکلی پلانرس جیسی پلاننگ کی سہولتوں سے جو آپ کو منظم کرنے میں مدد دیتی ہیں مارکٹ میں ہر وقت دستیاب ہیں ۔ مسلسل استفادہ کیا جاسکتا ہے اگر آپ اس معاملہ میں اپنے آپ کو کمزور پاتے ہیں تو پھر ان سے استفادہ کے قابل ہونے تک ایسے لوگوں سے مدد حاصل کریں جو اس طرح کے کام سے بہتر واقفیت رکھتے ہیں ۔ ایک دن پہلے رات میں یا صبح میں بریک فاسٹ ٹیبل پر چائے نوشی کرتے ہوئے تمام سرگرمیوں کا منصوبہ بنانا ہمیشہ فائدہ بخش رہے گا ۔

ضرورت سے زیادہ وعدے

آپ ضرورت سے زیادہ وعدے نہ کیجئے ۔ بیشتر لوگ اپنی زندگی میں محض اس لئے کامیاب رہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ "معاف کیجئے مجھ سے نہ ہو پائے گا" کہنا سیکھ چکے ہیں ابتدا ، میں معاف کیجئے یا نہیں کہنے سے آپ کو کچھ عرصہ تک ناپسند بنے رہنے کا جوکھم ضرور رہتا ہے لیکن بہت جلد لوگ آپ کو سمجھنے لگیں گے اور آپ کی راست گوئی کو پسند کرینگے ۔ اکثر ہم لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں ۔ نہیں ہم ان کو مزید کوئی کام نہیں سونپ رہے ہیں کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ وعدے کرلیتے ہیں اور مقررہ وقت میں کام انجام نہیں دیتے ۔ ہم کو اپنے اطراف ایسی کئی مثالیں ملینگی ۔ جہاں ایسے افراد اور ایسے ادارے بھی اپنی غیر معمولی مانگ کے باوجود محض اس لئے زوال سے دوچار ہوگئے کیونکہ انھوں نے اپنی صلاحیت سے کہیں زیادہ کام کا بوجھ قبول کرلیا تھا ۔

کام کی تقسیم

جہاں تک ممکن ہوسکے کام دوسروں کو تقسیم کرنے کی کوشش کیجئے ۔ ہمیں یہ

محسوس کرنا چاہیئے کہ ہر کام ہم خود نہیں کرسکتے ایک بڑے بزنس ہاؤز کی قیادت کرنے والے انتہائی کامیاب ایگزیکیوٹیو نے کہا کہ "میں کبھی ایسا کام نہیں کرتا جو کہ آفس میں کوئی دوسرا اس کام کے کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ ایسے کام کی شناخت کیجیئے جو کہ دوسروں کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کام کو انجام دینے کے لئے مناسب لوگ تلاش کیجیئے اور خاص پہلو کو پیش نظر رکھئے اور یہ واضح ہدایات دیجیئے کہ آپ تاخیر سے بچنے کے لئے ان سے کس انداز سے کام کی توقع رکھتے ہیں۔ ابتداء میں ہی ان نتائج کی وضاحت کیجیئے جو کہ مقررہ وقت میں کام کی انجام دہی میں ناکامی کی صورت میں سامنے آسکتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایگزیکیوٹیو کے اس سنہرے اصول کا زندگی کے ہر شعبہ میں اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

صلاحیت کا نقطہ عروج

ہر شخص کی صلاحیتوں کے نقطہ عروج کا ایک وقت ہوتا ہے جس کے دوران اس کی کارکردگی زیادہ سے زیادہ ہوجاتی ہے صلاحیتوں کے نقطہ عروج کا تعین کرتے ہوئے ہر دن کے اپنے کام کا کئی ہفتوں تک بنظر غائر مشاہدہ کیجیئے اور کام کرنے کے اس انداز پر نظر رکھئے جس میں کہ آپ کی بہترین کارکردگی کے اوقات کا پتہ چلتا ہے ان اوقات کو تخلیقی اہم اور مشکل ترین کاموں کی انجام دہی کے لئے استعمال کیجیئے۔ بعض کامیاب لوگ اپنی تمام اہم سرگرمیاں ایسے ہی اوقات کے لئے مختص رکھتے ہیں اور ایک عبادت کی طرح ہر وقت اسی انداز میں انہیں روبہ عمل لاتے ہیں۔ ہر شخص کی صلاحیتوں کے نقطہ عروج کے اوقات بالعموم مختلف ہیں۔ چند لوگ صبح کے اولین اوقات میں مظاہرہ کرتے ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے دوپہر، شام یا رات دیر گئے ان لمحات سے استفادہ کرتے ہیں۔

میٹنگس

کسی بھی طرح کی میٹنگ ہو خود تیار رہیئے اور دوسروں سے بھی تیار رہنے کا تقاضہ کیجیئے۔ اور میٹنگس کو مفید اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے زیادہ موثر طریقہ کار اختیار کیجیئے۔ یہ

بات بھی سیکھیۓ کہ میٹنگس کو کس طرح رسمی اور شائستہ انداز میں ختم کیا جاتا ہے ۔ جو وقت بھی دیا گیا ہے اس کے اندر ہی اثر پذیر اظہار کے ذریعہ اپنے ان تمام نکات کو مکمل کیجۓ جو آپ پیش کرنا چاہتے ہیں ۔

سفر اور انتظار

سفر کے دوران وقت کو پڑھنے لکھنے حال یا مستقبل کے خاکے تیار کرنے میں صرف کیا جاسکتا ہے ۔ ممکن ہو تو آپ کچھ وقت کے لۓ سستا بھی سکتے ہیں ۔ اگر انتظار کی وجہ سے غیر معمولی تاخیر کا سامنا ہے تو اس تاخیر پر برافروختہ ہونے کے بجاۓ انتظار کے وقت کو پڑھنے لکھنے میں مشغول کیجۓ ۔

کبھی خود سے بھی ملئے

ہر دن خود اپنے آپ سے بھی ملاقات کرنے کی عادت بنائیے ۔ اس مقصد کے لۓ اپنے ٹیلیفون کو ہک سے باہر نکال رکھۓ ۔ اپنا دروازہ بند کرلیجۓ ۔ ہر ایک سے کہہ دیجۓ کہ آپ کو نہ چھیڑیں ۔ اور اس وقت اپنا محاسبہ کیجۓ ۔ اپنے آپ سے یہ خاص ملاقات خود کو بہتر طریقہ پر سمجھنے میں مدد دیگی ۔

سارقین وقت

ٹائم مینیجمنٹ کی اہمیت کا ایک بار پھر شعور پیدا کریں تو پھر ہمیں ان سارقین وقت کا پتہ چلاکر حیرت ہوگی کہ جن کے ساتھ ہم زندگی گذار رہے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں ۔

بن بلاۓ آنے والے ۔ گپ شپ ۔ سماجی تقاریب ۔ ٹیلیفونس ۔ ٹی وی وغیرہ

بن بلاۓ ملاقاتی

اچانک آدھمکنے والے ملاقاتیوں کو روکنے کے لۓ Appointment only

کا سسٹم اختیار کرنے کی نہ صرف کوشش کریں بلکہ اسے اختیار کریں۔ بن بلائے ملاقاتی نہ صرف آپ کے پروگرام کو اتھل پتھل کردیتے ہیں بلکہ آپ کو ایسی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں کہ آپ ان کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں رہتے۔ ایک مسلمہ پروفیشنل نے ایک تجارتی مصروف ترین علاقہ میں کبھی اپنا دفتر کرایہ پر لیا تھا۔ اطراف واکناف میں شاپنگ کے لئے آنے والا کوئی نہ کوئی انکا واقف کار عملاروزہی ان کے دفتر میں اس توقع کے ساتھ چلا آرہا تھا کہ چائے کے ساتھ کچھ ادھر ادھر کی باتیں کی جائیں۔ ابتداء میں تو انہیں کوئی احساس نہیں ہوا لیکن بعد میں انہیں یہ احساس ہونے لگا کہ یہ آفت ان کی پوری مصروفیات کو درہم برہم کررہی ہے۔ بڑی مشکل سے انہوں نے اس آفت کو کسی حد تک روکنے کی کوشش کی۔ لیکن بالآخر انہیں اپنا دفتر ایک پرسکون علاقہ کی طرف منتقل کرنا پڑا۔

بعض الگ قسم کے ملاقاتی ہوتے ہیں۔ جو اپنے مقررہ وقت سے زیادہ ٹھہرنے پر مائل رہتے ہیں۔ اور آپ کے پروگرام کو بے ترتیب بنادیتے ہیں اس صورت میں موقع شناسی کے ساتھ ایک ایسی حکمت اختیار کرنی پڑیگی جس کے ذریعہ اس طرح کے ملاقاتیوں کو ان کا دل دکھائے بغیر ان کے جانے کا سامان کرنا پڑتا ہے۔

گپ شپ

عام طور پر ہم یہ دیکھتے ہیں بے شمار لوگ ڈرائنگ رومس ، ریسٹورنٹس ، کافی شاپس اور سڑکوں پر گپ شپ میں اپنا قابل لحاظ وقت گذارتے ہیں۔ سیاست اسپورٹس ، فلموں وغیرہ پر اپنے خیالات کے تبادلہ کے علاوہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ دوسروں کے بارے میں بھی ان کی غیر موجودگی میں گھنٹوں بات چیت میں صرف ہیں اس طرح کی گپ بازی بالعموم غیبت اور بسا اوقات غیر ضروری اشتعال کا سبب بن جاتی ہے اس طرح کا تمام عمل توانائی اور قیمتی وقت کی بربادی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اس طرح کے بحث و مباحث میں جب الجھ جاتے ہیں تو لوگ نہ صرف وقت کی تباہی کے شعور سے محروم ہوجاتے ہیں بلکہ غلط فہمیوں گرما گرم بحث و تکرار اور بالآخر تعلقات میں تناؤ کے پیدا

ہو جانے کے جو کھم کا بھی سامنا کرنے لگتے ہیں۔اس کے بجائے بہتر یہ ہے کہ آپ اس طرح کی ملاقاتوں کو ہلکے پھلکے موضوعات پر تبادلہ خیال یا دوسروں کی مدد حاصل کرنے کے مقصد سے اپنے مسائل پر بات چیت اور باہمی بہتری کے لئے مشاورت تک محدود رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی ملاقاتوں کی کثرت اور وقفہ پر بھی گہری نظر رکھنا پڑے گا۔

سماجی تقاریب

ہمارے معاشرہ میں سماجی تقاریب اہم واقعات کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں کے نہ صرف ہم اپنی خوشیوں اور غموں کو بانٹتے ہیں بلکہ ان میں سرگرم اشتراک اور تعاون خاندانی رشتوں اور انفرادی تعلقات کو مستحکم بناتے ہیں تاہم ہم یہ محسوس کرینگے کہ ان تقاریب کی کثرت و وسعت بھی ایسی ہو گئی ہے کہ ان سے نمٹنا دشوار ہوتا جا رہا ہے۔ ان سرگرمیوں کا ان کی اہمیت اور سماجی ذمہ داریوں کی اساس پر پروگرام بناتے ہوئے تمام متعلقہ پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا اور اپنا اختیار تمیزی استعمال کرنا پڑیگا۔ ان تقاریب کو سیدھا سادھا بنانے اور وقت پر سختی سے قائم رہنے کے لئے [illegible] گی پیدا کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

ٹیلیفون

جب فون کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں تو بعض اوقات اہم کام انجام دیتے ہوئے ہم دشواری محسوس کرتے ہیں۔ بعض مقررہ گھنٹوں کے دوران فون کالس کا جواب دینے سے ممکن ہو تو گریز کیجئے۔ لوگوں کو جاننے دیجئے کہ آپ مصروف ہیں اگر ضرورت ہو تو فون کو اس وقت تک ہک سے نکال دیجئے جب تک کہ آپ اپنا کام مکمل نہ کرلیں۔

ٹیلی ویژن

روزانہ جب کہ زیادہ سے زیادہ چینلس ٹیلی کاسٹ کئے جا رہے ہیں، ٹی وی ان دنوں وقت کا سب سے بڑا سارق بن گیا ہے۔ آپ ٹی وی بامقصد پروگرام دیکھنے کے لئے

اپنے شیڈیول میں شامل کر سکتے ہیں ۔ مگر ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول تھامے ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہنے اور بے مقصد چینل بدلتے رہنے سے گریز کیجئے ۔

آپ کے وقت میں توازن

یہ اہمیت کی بات ہے کہ آپ کام کے وقت یعنی وہ وقت جو کہ آپ کو اپنی دیکھ بھال پر خرچ کرنا ہے اور فرصت کے وقت کے درمیان جو کہ آپ کے اختیار میں ہے ایک توازن پیدا کرنا ہے ۔ وہ وقت جس کی آپ کو دیکھ بھال کے لئے ضرورت ہے اس میں وہ وقت بھی شامل ہے جس میں آپ جسمانی ، ذہنی اور مذہبی یا روحانی سرگرمی پر صرف کرتے ہیں ۔ ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب کہ آپ کو بعض مقاصد پر وقت یا توانائی صرف کرنے میں غیر معمولی زور دینا پڑتا ہے جس کے بغیر مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ۔ اس طرح کی صورت حال بالعموم بہت کم مدت کی ہوتی ہے اور یہ روزگار مکان کی منتقلی جیسے عبوری وقت یا پھر ایک ایسے وقت پیش آتی ہے جبکہ آپ اچانک درپیش ایک بڑے بحران کا سامنا کرنے تیار ہوتے ہیں اس طرح کے واقعات آپ کا زیادہ وقت زیادہ توانائی چاہتے ہیں ۔

ایسے مواقع کے دوران بہتر ہیکہ ان افراد کو جو متاثر ہو سکتے ہیں اعتماد میں لیا جائے ۔ اور انہیں عدم توازن کے حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار کیا جائے ۔ تاہم اسطرح طویل عدم توازن آپکی صحت و تعلقات اور مستقبل کے امکانات پر غلط اثرات ڈال سکتا ہے ۔

ٹائم مینیجمنٹ ایک حرکیاتی عمل ہے ۔ اور مسلسل نظر رکھنے کا تقاضہ کرتا ہے اس سے آپ کے اطراف و اکناف کے افراد کو جن سے آپ ربط و ضبط رکھتے ہیں اس کی اہمیت کا اندازہ کرنے میں مدد ملتی ہے ۔ جب کہ اس سے آپ کی کارکردگی پر راست اثر پڑ سکتا ہے ۔

(بشکریہ روز نامہ "سیاست" یکشنبہ ایڈیشن ۱۲ / نومبر ۱۹۹۵ء)

روز و شب کے لمحات

پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

وعلی العاقل مالم یکن مغلوبا علی عقله ان تکون له ساعات . ساعة یناجی فیها ربه . وساعة یحاسب فیها نفسه . وساعة . یتفکر فیها فی صنع الله . وساعة یخلو فیها لحاجته من المطعم والمشرب

(رواه ابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی ذر الغفاری)

عقلمند شخص کے لئے لازم ہے کہ اس پر کچھ گھڑیاں گزریں ۔ ایسی گھڑی جب کہ وہ اپنے رب سے باتیں کرے ۔ اور ایسی گھڑی جب کہ وہ اپنی ذات کا محاسبہ کرے ۔ اور ایسی گھڑی جب کہ وہ خدا کی تخلیق میں غور کر رہا ہو ۔ اور ایسی گھڑی جب کہ وہ کھانے پینے کی ضرورتوں کے لئے وقت نکالے ۔

(گویا خدا کا وفادار بندہ وہ ہے جس کے روزہ وشب کے لمحات اس طرح گزریں کہ کبھی اس کی بے قراریاں اس کو خدا سے اتنا قریب کردیں کہ وہ اپنے رب سے سرگوشیاں کرنے لگے ۔ کبھی یوم الحساب (میدان حشر) میں کھڑے ہونے کا خوف اس پر اس طرح طاری ہو کہ وہ دنیا ہی میں اپنا حساب کرنے لگے ۔ کبھی کائنات میں خدا کی کاریگری کو دیکھ کر وہ اسمیں اتنا محو ہو کہ اس کے اندر اس کو خالق کے جلوے نظر آنے لگیں ۔ اس طرح گویا خدا سے ملاقات ۔ اپنے آپ سے ملاقات اور کائنات سے ملاقات میں اس کے لمحات گزر رہے ہوں ۔ اور بدرجہ حاجت وہ کسی وقت کھانے پینے کے لئے بھی اپنے کو فارغ کرلیا

ز ۔

شب و روز کیلئے ہدایت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے نصیحت فرمایئے۔

آپؐ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اس سے تمہارے کام درست ہو جائیں گے۔" میں نے کہا، اور ارشاد فرمایئے۔

آپؐ نے فرمایا "قرآن پڑھتے رہا کرو اور اللہ کا ذکر کیا کرو، اس کی بدولت آسمان میں تمہارا ذکر ہوگا اور زمین میں تمہیں روشنی نصیب ہوگی۔" میں نے کہا اور فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا "چپکے زیادہ رہا کرو، کیوں کہ یہ شیطان کو بھگانے کا ذریعہ ہے اور دینی معاملوں میں اس سے مدد ملے گی۔" میں نے کہا کچھ اور

آپؐ نے فرمایا "زیادہ ہنسی اور ٹھٹھے مارنے سے بچو، کیوں کہ اس سے دل مردہ ہوتا ہے اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔" میں نے عرض کیا، کچھ اور۔

آپؐ نے فرمایا ہمیشہ سچ کہو خواہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے کہا کچھ اور

آپؐ نے فرمایا اللہ کے معاملہ میں کسی کے برا کہنے کا خوف نہ کرو۔

میں نے کہا کچھ اور

آپؐ نے فرمایا اپنے عیبوں پر نظر رکھو تاکہ لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی بری عادت چھٹے۔ (مشکوۃ شریف)

☆ ☆ ☆

مسلمانوں کے شب و روز

زیر نظر مضمون حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ، کے ایک مضمون سے مستفاد ہے

اللہ تعالیٰ کے فرائض میں نماز کی بے حد اہمیت ہے اور دینی ترقیوں کا سب سے اعلیٰ ذریعہ نماز ہی ہے اس لئے اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر اور خشوع و خصوع کے ساتھ پڑھنے کی پوری کوشش کریں۔ اور اس کوشش میں کوئی دقیقیہ نہ اٹھا رکھیں۔ فرض نمازوں اور مؤکدہ سنتوں کے علاوہ نوافل کی بھی عادت رکھیں۔ خصوصاً تہجد کی پابندی کی بھی کوشش کریں، اگر اخیر شب میں اٹھنے کی عادت نہ ہو تو عادت پڑجانے تک عشاء کی نماز کے بعد ہی وتر سے پہلے آٹھ رکعت نفل (دو دو رکعت کر کے) بنیت تہجد پڑھ لیا کریں اور اگر وقت تنگ ہو تو ۶ یا ۴ یا ۲ رکعت ہی پڑھ لیا کریں۔

دن رات کے اوقات میں کوئی وقت اطمینان و یکسوئی کا خاص ذکر کے لئے مقرر کریں اور اس وقت میں "لاالہ الا اللہ" کا ذکر کریں جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل و دماغ کو حاضر اور یکسو کر کے تجدید ایمان کی نیت سے پورا کلمہ (لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ) معنیٰ و مطلب کے دھیان کے ساتھ تین مرتبہ پڑھیں اور تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھیں۔ پھر مد و شد کی پوری رعایت رکھتے ہوئے لاالہ الا اللہ مسلسل پڑھیں۔ اور دل میں لامقصود الا اللہ کا دھیان رکھیں اگر یہ ذکر ہلکی آواز کے ساتھ کیا جائے تو بہتر ہے اور دل میں کیا جائے تو بھی دل و دماغ کی توجہ اس مفہوم پر رہنا نہایت ضروری ہے۔ اور اگر ہمت اور وقت میں وسعت ہو تو ذکر کے علاوہ خواہ اس کے ساتھ خواہ کسی اور وقت میں تھوڑی دیر ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ بھی کر لیا کریں اور اس میں شد و مد کا لحاظ رکھیں اور بہتر ہے کہ یہ ذکر بھی خفیف جہر سے اس طرح کریں کہ ذہن و قلب کی پوری توجہ اور شرکت ہو۔ اس ذکر کے علاوہ ہر نماز کے بعد تسبیحات فاطمہ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳، بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کو معمول بنالیں۔ نیز سوتے وقت بھی تسبیحات فاطمہ اور درود شریف اور استغفار پڑھ لیا کریں۔

اس کے علاوہ چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ذکر یا دعا کا کوئی کلمہ پڑھنے کی عادت ڈال لیں۔ مثلاً سبحان اللہ و بحمدہ یا لاالہ الا اللہ یا آیت کریمہ لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین یا استغفر اللہ ربی یا حی یا قیوم برحمتک استغیث یا اسی قسم کا کوئی کلمہ۔

بہرحال اس کی عادت پڑجائے کہ اپنے کاموں میں مشغولی کے وقت بھی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ کلمہ زبان پر آتا رہے اور اس کے ذریعہ دل میں اللہ کی یاد اور اس کی طرف توجہ تازہ ہوتی رہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے لئے کوئی وقت مقرر کرلینا چاہئے اگرچہ وہ وقت تھوڑا ہی ہو۔ اور زیادہ نہ ہوسکے تو ایک دو رکوع کی ہی تلاوت کرلی جائے۔ اس کے علاوہ روزانہ چند احادیث کا التزام سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور ہوسکے تو سلف صالحین خصوصاً انبیاء کی سیرتیں ضرور مسلسل زیر مطالعہ رہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ذکر ہو یا تلاوت زیادہ سے زیادہ توجہ اور دھیان کے ساتھ اور دل کے ذوق اور شوق کے ساتھ ہونی چاہئے۔

پھر چند منٹ کا کوئی مناسب وقت خصوصاً رات اس کے لئے مقرر کی جائے کہ روزانہ دل و دماغ کو ہر چیز سے خالی اور یکسو کرکے موت اور جو کچھ اس کے بعد پیش آنے والا ہے اس کو پردہ ذہن پر لایا جائے یعنی سوچا جائے کہ ایک دن ضرور ایسا آنے والا ہے کہ میں اس دنیا سے اٹھایا جاؤنگا پھر نہلانے اور کفنانے اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوگ مجھے قبر میں دفنا کر آئیں گے، پھر قبر میں اس طرح سوال و جواب ہوگا اس کے بعد سینکڑوں یا ہزاروں برس مجھے تنہا اس قبر میں رہنا ہوگا اس کے بعد ایک وقت مقررہ پر قیامت آئے گی، پھر حشر نشر ہوگا اس کے بعد حساب ہوگا اور نامہ اعمال میرے سامنے لایا جائے گا جس میں میرے سارے اعمال درج ہونگے اور اللہ کے فرشتے گواہی دینگے اور خود میرے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ میرے خلاف گواہ ہونگے۔ اس وقت اللہ کے سامنے میرا کیا حال ہوگا؟ پھر میرا فیصلہ سنادیا جائے گا۔ اور مجھے اس جگہ بھیج دیا جائے گا جہاں کا میں سزاوار ہونگا۔

بہرحال آنے والے ان واقعات کا تصور اس طرح کیا جائے گویا یہ سب کچھ گذر رہا ہے، اور پھر خوف ڈر سے بھرے دل سے اللہ سے استغفار کیا جائے اور گناہوں کی معافی چاہی جائے اور رحم و کرم کی التجا کی جائے۔

☆☆☆

جامع دستور العمل

جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے پانچ چیزیں گن کر فرمایا:

* اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچو، لوگوں میں سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔
* اللہ نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، لوگوں میں سب سے بڑھ کر غنی ہو جاؤ گے۔
* اپنے پڑوسی سے حسنِ سلوک کرو تو (پورے) مُومن ہو جاؤ گے۔
* دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، پورے مسلم بن جاؤ گے۔
* زیادہ نہ ہنسو، زیادہ ہنسی دل پر موت طاری کر دیتی ہے۔

دنیا کے کسی بڑے سے بڑے عارف و حکیم کے کلام میں ایسی گہری اور کارآمد حقیقتیں اتنی میٹھی اور مختصر زبان میں نہ ملیں گی۔

* گناہوں سے احتیاط کیجیے اور تقویٰ کا صرف یہ منفی پہلو اختیار کر کے دنیا کے عابد ترین انسان بن جائیے۔
* قناعت اور صبر و شکر اختیار کیجیے، اور دنیا کے غنی ترین انسان بن جائیے۔
* پڑوسی سے حسنِ سلوک کیجیے اور مؤمنین کاملین کے خدائی رجسٹر میں اپنا نام لکھائیے۔
* دوسروں سے اخلاص برتیے اور ایک مثالی اور نمونہ کے مُسلم بن جائیے۔
* ہنسی پر قابو حاصل کیجیے، زیادہ ہنسی میں نہ پڑیے اور روح کا تعلق آخرت سے آخر دم تک جوڑے رکھیے۔

آپ اس جامع دستور العمل کے سہارے عمرِ گزراں کے سارے سال اور مہینے گذار دیجیے۔